ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث
لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنیؒ

392

جنوری 2023ء

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقیق الاسلامی

ٹرانس جینڈر ایکٹ
نمبر

تبلیغ دین کے لیے مجلس التحقیق الاسلامی کی عظیم الشان

ویب سائٹس

زیر سرپرستی	زیر نگرانی	علمی معاونت	فنی معاونت
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی	ڈاکٹر حافظ انس نضر	قاری مصطفیٰ راسخ	انجینئر محمد شاکر اعوان
ڈاکٹر حافظ حسن مدنی	ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی	قاری خضر حیات	انجینئر عمیر حسن راجہ

محدث
Mohaddis.com

محدث لائبریری
Kitabosunnat.com

محدث فتویٰ
UrduFatwa.com

محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com

محدث فورم
Forum.Mohaddis.com

خصوصیات

- اسلامی کتب، مضامین اور فتاویٰ کے لیے مقبول ترین اور روزانہ اپڈیٹ ہونے والی ویب سائٹس۔
- اسلامی لٹریچر اور شرعی مسائل کے لیے دنیا بھر سے ملنے والے مطالبوں کی تکمیل
- یومیہ مناسبت کے مطابق خصوصی مضامین
- تمام ویب سائٹس اردو زبان میں
- تمام ویب سائٹس پر تبصرے وجائزے اور تاثرات وشماریات کی سہولت

جاری پروگرام

محدث
Mohaddis.com
احادیث نبویہ کا عظیم ذخیرہ، ترجمہ اور تحقیق وتخریج کی سہولت کے ساتھ

محدث لائبریری
Kitabosunnat.com
- یومیہ 3 کتب کا اضافہ (PDF)
- حالات کی مناسبت سے اہم مضامین

محدث فتویٰ
UrduFatwa.com
- تمام سلفی مطبوعہ فتاویٰ جات کی اپ لوڈنگ
(نئے پیش آمدہ مسائل کے فوری جوابات)

محدث میگزین
Magazine.Mohaddis.com
47 سال کے مطبوعہ تمام شمارے
(Unicode / PDF)

محدث فورم
Forum.Mohaddis.com
موضوعات: 34,261 ترسیلات: 279,857
اراکین: 4930

یومیہ 25000 وزیٹر
ہر لمحہ 3000 قارئین

مستقبل کے منصوبے

- محدث یونیکوڈ لائبریری
- محدث بلڈ بنک
- محدث آڈیو، ویڈیو سیکشن
- رسائل وجرائد سیکشن

ماہانہ اخراجات سوا تین لاکھ روپے

زیر اہتمام: مجلس التحقیق الاسلامی J-99 ماڈل ٹاؤن، لاہور

Mobile:+92 322 7222288
anasnazar99@gmail.com
Account: kitabosunnat.com, 0093-01875659, Bank AlFalah, Urdu Bazar, Lahore Swift Code: ALFPKKA093

سنتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

مُحدّث

لاہور پاکستان

مدیر اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی ؒ

مدیر
ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

ٹرانس جینڈر ایکٹ نمبر

جلد 54 جنوری 2023ء جمادیٰ الآخرۃ ۱۴۴۴ھ عدد 01

مجلس مشاورت

▪ مولانا ارشاد الحق اثری ▪ حافظ ثناء اللہ زاہدی ▪ حافظ عبد العزیز علوی
▪ حافظ محمد شریف ▪ حافظ مسعود عالم ▪ ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد ▪ حافظ محمد امین محمدی

فہرست مضامین

۲۰۱۸ء کے نام نہاد حفاظتی ایکٹ کی فریب کاری	ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی	2
جنس، شناخت، حقوق اور ٹرانس جینڈر	عبد الرحمن عزیز	4
ٹرانس جینڈر ایکٹ (اردو متن)		23
پاکستان میں قانون سازوں کی ترجیحات		29
کیا تیسری جنس حقیقت ہے؟	ڈاکٹر صائمہ اسماء	32
ٹرانس جینڈر ازم پر ایک نظر	شجاع الدین	38
اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات	ڈاکٹر قبلہ ایاز	78
پاکستان شریعت کونسل کا تجزیہ و تجاویز	چودھری خالد محمود	82
صنفی تبدیلی کے تحفظ کا قانون اور دینی حلقے	پروفیسر عاصم حفیظ	90
انٹر سیکس اور ٹرانس جینڈر	ڈاکٹر ثوبیہ الطاف	95
بدلتے سماجی رویے اور ہماری ذمہ داریاں	فائقہ اویس	102
شرح کتاب التوحید (صحیح بخاری)	ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی	105

مدیر معاون
عبد الرحمن عزیز

مینیجر
محمد اصغر 0305-4600861

زرسالانہ 1200/- روپے
فی شمارہ 100/- روپے

بیرون ملک
زرسالانہ 50 ڈالر
فی شمارہ 5 ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No: 984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700
042-35866396, 35866476
Email:
irc@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore.

Islamic Research Council

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے۔ ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

2018ء کے نام نہاد حفاظتی ایکٹ کی فریب کاری

حضرت انسان کی مخفیات کے مغالطے

Sex انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی 'شہوت' کے ہیں "SEXI" اس عورت کو کہتے ہیں جس کی شہوت کسی طرح ٹھنڈی نہ ہو اور SEXY 'قوۃ شہوانیہ' کو کہتے ہیں، زبان ہمیشہ تہذیب کی ترجمان ہوتی ہے اس لئے 'علم نفسیات' کے امام 'فرائڈ' نے جب تمام انسانی قُویٰ میں اصل 'شہوت' کو قرار دیا تو انگریزی زبان میں SEX کا مفہوم جنسی امتیاز کے لئے مشہور ہو گیا۔ اب عام طور پر SEX کے سوال کے بالمقابل جواب 'نر' Male یا 'مادہ' Female دیتے ہیں حالانکہ SEX وہ قوت جاذبہ ہے جو نر و مادہ میں کشش کی صورت ابھرتی ہے۔ بطور مثال چند ایک الفاظ ملاحظہ ہوں:

1- Sexual Organs (شہوانی اعضاء)   ۲- Sexual Intercourse (جماع)

3-Sexual Appetite (شہوانی خواہش) 4-Sexual Indulgence (شہوانی لذت)

5- Sexualist (شہوانی علم کا ماہر)

مغربی تہذیب کو تو چھوڑیے خود لارڈ میکالے کے وضع کردہ نظام تعلیم نے برصغیر پاک و ہند میں جو الفاظ کو غلط معنوں میں استعمال کیا ہے، اس کی مثال محبت اور عشق کا مترادف ہونا ہے چنانچہ استقلال پاکستان کے چند سال بعد ایک سکھ ایک 'مسلمان عورت' کے پیچھے پاکستان پہنچ گیا لیکن اسے حاصل نہ کر سکا اور اسی دکھ میں ریل گاڑی کے سامنے کود کر اس نے خودکشی کر لی تو ہمارے میڈیا نے اسے 'شہید محبت' قرار دیا۔ ہماری عدالتیں معاشقوں کو محبت قرار دے کر جس طرح مغربی تہذیب کو فروغ دے رہی ہیں، اس سے ہمارا معاشرہ کس قدر بے غیرت ہو چکا ہے؟ اس کا ذکر ہی فضول ہے۔ یہی روش بڑھتے بڑھتے اب یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ عوام و خواص کی غفلت میں ہی چار سال قبل 2018ء میں Transgender Protection Act (صنفی تبدیلی کی حفاظت کا قانون) بن چکا ہے اور اس کے خلاف آواز اٹھانے والے کی پکار ابھی تک صدا بہ صحراء ہے۔ 75 سال سے ہمارے آئین اور قوانین کو بدیسی زبان میں رکھنے کی بناء پر ہمارا معاشرہ 'وزارت قانون' کی

ہیر اپھیریوں سے آگاہ نہیں۔

بقول حافظ ابن قیم عشق ایک 'نفسیاتی بیماری' ہے لیکن ہم اسے 'سچی محبت' قرار دیتے ہیں حالانکہ گھر میں ہی ماں، بہن اور بیٹی کو اپنی سچی محبت بتانے کے لیے ماں سے عشق، بہن سے عشق اور بیٹی سے عشق کا اظہار کر کے دیکھ لیں تو سچی محبت کا سارا نشہ اتر جائے گا۔

مغربی مادر پدر آزاد معاشرہ سے جو الفاظ چھن چھن کر کے آ رہے ہیں۔ ان کو ہمارے دانشور بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ چند ماہ قبل جب معاشرہ میں TG PA پر کارنر میٹنگ میں گفتگو شروع ہوئی تو اہل علم و دانش کی طرف سے کچھ آوازیں بلند ہوئیں، ابھی چند ایک تبصرے ہی نظر نواز ہوئے تو معلوم ہوا کہ اکثر اہل علم و دانش اس قانون کے مفہوم سے ہی ناواقف ہیں۔

ماہنامہ محدث لاہور نے تعارف کی غرض جب ایسے مقالات کا جائزہ لیا تو اندازہ ہوا کہ ہمیں بہت معمولی سی، انگریزی اصطلاح سے بھی واقفیت نہیں۔ معروف لفظ SEX سے اکثریت ناواقف ہے البتہ لیڈی ڈاکٹروں کی تحریریں کسی حد تک اس اعتبار سے بہتر ہیں کہ 'گائنی' سے واسطہ پڑنے کی بنا پر ناقص الخلقۃ بچوں سے لیکر بڑوں تک اس نقص و خلل کے بارے میں نئی اصطلاحات کا کچھ تعارف ضرور ہوا ہے۔ محدث نے اس بیماری کی بعض کیفیتوں سے متعارف کروانے کے لیے صنفی تبدیلی کی حفاظت پر خاص نمبر نکالنے کا پروگرام بنایا ہے اور ابتداء اس لفظ SEX سے کی ہے جو اصل مغالطہ کا باعث بنا ہے۔

محدث میں ہماری خواہش تھی کہ پہلے صرف طبی معلوماتی والے مضامین شائع کیے جائیں پھر انہی پر وحی ربانی کی روشنی میں تجزیے اور تبصرے ہوں۔ لیکن ایسی صورت حال کے لیے وسیع وقت چاہیے جبکہ مسلمان ڈاکٹروں نے فوری طور پر اپنی اسلامی معلومات کو پیش کرنا بھی ضروری سمجھا ہے۔ مناسب تو تھا کہ فقہ الواقع (واقعاتی صورتحال) کے درست تعین کے بعد فقہ الاحکام (شرعی رائے اور تبصرے) لائے جاتے لیکن عام ناواقفیت کی بنا پر مسئلہ خلط ملط ہو رہا ہے جس سے اضطراب مزید کا اندیشہ ہے۔ لہذا فوری پر "ما لا يدرك كله لا يترك كله" (سب کچھ نہیں تو کچھ پر اکتفاء) ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کماحقہ کی توفیق بخشے۔ آمین

(ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی)

مخنث کے شرعی احکام اور حالیہ
Transgender Protection Act

خالق کائنات نے انسان کی دو ہی صنفیں (Genders)) پیدا کی ہیں جن سے انسانی معاشرہ کی پہلی اکائی خاندان بنتا ہے جسے قرآن کریم نے حصن (قلعہ) قرار دیا ہے۔ اس صنف کی نسلی بڑھوتری اور تحفظ کے دو رخ مرد و عورت ہیں جو کائنات کی ہر جنس کی طرح ایجابی اور سلبی مزاج رکھتے ہیں۔ جان (روح) بجلی کی مانند Positive اور Negative ملنے سے ہی معرض وجود میں آتی ہے اور انسانی نطفہ امشاج خلاصہ 42 دنوں سے رخ متعین کر کے 4 ماہ میں مکمل ہونے پر اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ پھر اس کے اصل نظام کی استواری کے لیے تعلیمات کا زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ لادین قوتیں ابھی تک 'روح' کو تسلیم نہیں کر رہیں، اس لیے صنفوں (Genders) کا معیاری تصوّر نہیں رکھتیں، وہ علم نفسیات کو ناقص مانتی ہیں اور سماجی سائنسی علوم کو بھی نامکمل کہتی ہیں۔ ایسے بہت سے ماہرینِ طب و نفسیات مطالعہ ٔقرآن کرتے ہوئے انہی آیات سے متأثر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

IWT کا 'اسلامک ہیومن رائٹس فورم' انسانی حقوق و فرائض کی الہامی ہدایات متعارف کروانے کے لئے 1995ء میں تشکیل دیا گیا تھا جس میں دینی تمام مکاتب فکر کے علاوہ جدید معاشرہ کی بڑی تعداد شریک کار رہی۔ جج اور بار کے معزز ارکان کے علاوہ فوجی جرنیل بھی متحرک کردار ادا کرتے رہے۔ اس کے انچارج جنرل (ر) راحت لطیف تھے، جن کا انتقال ماضی قریب میں ہوا ہے۔

مقصد یہ کہ نظم کا ابتدائی تقاضا خاندان (جوڑا اور اولاد وغیرہ) کو مضبوط قلعہ بنانا ہے تاکہ قبائل اور لڑیوں کو وابستہ رکھا جائے۔ لیکن مغرب خاندان کو تباہ کرنے کے بعد انسانی شخصیت کو برباد کرنے پر تلا ہوا ہے اور اس کا بڑا دھوکہ انگریزی الفاظ کا گورکھ دھندا ہے۔ اس کی مادر پدرِ آزاد شہوت کے امام 'فرائڈ' نے انسانی اصناف کے لئے 'SEX' کی اصطلاح وضع کی ہے جس کا معنی ہی 'شہوت' ہے، SEXI اس عورت کو کہتے ہیں جس کی شہوت کسی طرح ٹھنڈی نہ ہو۔ حالانکہ علم منطق میں انسان کی جنس 'جانور / حیوان' ہے خود انسان 'نوع' ہے اور مرد و

عورت اصناف (Genders) ہیں۔

Transgender Protection Act 2018ء کا مفہوم انسانی صنف کی تبدیلی کے تحفظ کا قانون ہے، اس لئے یہ نام بھی قابل تنسیخ ہے۔ قرآن کریم دین فطرت ہے اور لا تبدیل لخلق اللہ کی رُو سے اسلامی ریاست کا کوئی قانون پاکستانی دستور سے بڑھ کر الہامی دستور (قرآن) کے خلاف نہیں ہو سکتا، لہذا پوری ملت اسلامیہ اس کی تنسیخ کا مطالبہ کرتی ہے۔

جماعت اسلامی کا سماجی روشن پہلو سیکولرزم کے سامنے ڈٹ جانا بھی ہے اس لئے سیکولر حکومتی وزیر 'شیریں مزاری' اور جماعت کے سنیٹر 'مشتاق احمد' 2018ء سے محاذ آرائی میں ہیں جبکہ عوامی ہوش سے پہلے ہی 2018ء میں Transgender Protection Act پاس ہو کر نافذ العمل ہو چکا جس سے امت مسلمہ آگاہ ہو کر (تحریک) کے لئے سرگرم ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا آج کل کے موثر ترین ہتھیار ہیں۔

مدیر اعلیٰ 'محدث' مولانا ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ اپنی اہلیہ اور اولاد سمیت علمی مذاکروں اور بڑی بڑی کانفرنسوں کی صورت تحریک منسوخی ایکٹ 2018ء میں فعّال ہیں۔ مرکز جماعت اسلامی کی مہمیز پر ملی شرعی کونسل نے 17 ستمبر 2022ء کو علماء اور دانشوروں کا مردانہ اجلاس کیا تو اس میں مدیر اعلیٰ اور ان کے بیٹے ڈاکٹر حافظ حسن مدنی شریک ہوئے، اہل حدیث کے نمائندگان پروفیسر محمد یسین ظفر اور حافظ عبد الغفار روپڑی وغیرہ نے بھی شرکت کی۔ یہ آرٹیکل ان کی تقریروں کا تقریباً 'ما حصل' ہے۔

والدہ ماجدہ محترمہ آپا رضیہ مدنی اپنی بیٹیوں سمیت جگہ جگہ اس موضوع پر خواتین رہنما کی حیثیت سے تحریک چلا رہی ہیں جبکہ لاہور کے بہت بڑے پرنس ہال میں جمعرات (28 ستمبر 2022ء) چار پانچ گھنٹوں پر مشتمل عظیم الشان خواتین کانفرنس ہوئی جس میں کم و بیش ایک ہزار معزز خواتین جوش و خروش سے شریک کار رہیں لیکن میڈیا میں عورتوں کی تصاویر سے بچنے کے لیے اس کی خبریں نہ آ سکیں۔

محدث کا خاص (Transgender) نمبر ہدیۂ قارئین ہے جس کا واقعاتی مطالعہ خواتین ڈاکٹروں نے زیادہ بہتر پیش کیا ہے جبکہ شرعی تعلیمات میں مجتہد مفتیان ہی اہمیت رکھتے ہیں۔ (ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی)

عبد الرحمن عزیز

خواجہ سرا؛ شناخت اور حقوق و فرائض

قرآن و سنت کی روشنی میں

زندگی گزارنے اور ضروریات پوری کرنے کے لیے شناخت بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔اسی ضرورت اور خواہش کے پیش نظر اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی پیدائش سے پہلے ہی والدین اور خاندان عطا فرماتا ہے، جو اسے شناخت، پرورش اور اس کے حقوق کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔

﴿ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾[الحجرات:۱۳]

”اے لوگو!بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور ایک مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے،بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

ذرا سوچیے!اس بچے کے جذبات اور احساسات کیا ہوں گے جو شناخت اور حقوق سے اس لیے محروم کر دیا جاتا ہے کہ وہ نامکمل جنسی اعضا لے کر پیدا ہوا ہے، جس کی پیدائش پر شفقت اور فخر کرنے والا باپ ٹھنڈی سانس لے کر منہ پھیر لیتا ہے، جسے دیکھ کر ممتا نچھاور کرنے والی ماں خوشی کی بجائے غم کے سمندر میں ڈوب جاتی ہے۔بالآخر اس معصوم کو خاندانی شناخت سے محروم کر کے گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔اس حوالے سے ہر ایک کی داستان ظلم مختلف ہے، سنیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ایک خواجہ سرا نے بتایا کہ بہن بھائیوں نے اسے گھر سے نکال دیا۔جب میری والدہ فوت ہوئیں تو میں گھر گیا، تو بھائیوں نے دھکے دے کر نکال دیا کہ آپ کے آنے سے ہماری بدنامی ہوتی ہے۔

اگر والدین دل پر پتھر رکھ کر اس بچے کی پرورش کرتے اور محبت و ہمدردی سے نوازتے ہیں تو خاندان اور معاشرہ جینے نہیں دیتا۔اس سے اظہار ہمدردی کرنے کی بجائے اسے تمسخر اور تضحیک کا نشانہ بناتا ہے۔حالانکہ یہ لوگ بھی دوسرے انسانوں کی طرح محترم ہیں۔

ایسے لوگوں کو ہیجڑا، خنثیٰ، مخنث، کھسرا اور خواجہ سرا جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں ان ناموں میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا، اسی وجہ سے ان سے متعلق شرعی احکام سمجھنے میں لوگوں کو مشکل پیش آتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان ناموں اور خصوصیات کی وضاحت کی جائے:

خنثیٰ: ایسا شخص جس کے جنسی اعضا پیدائشی طور پر ناقص ہوں یا بالکل ناپید ہوں۔

مخنث / ہجڑا: ایسا مرد جو جسمانی طور پر مرد ہو لیکن نفسیاتی طور پر عورتوں والے احساسات رکھتا ہو۔

خواجہ سرا: وہ مرد جنہیں مغل بادشاہ خصی کر کے اپنے زنان خانہ میں خدمات کے لیے رکھتے تھے۔

ٹرانس جینڈر: وہ مرد یا عورت جو میڈیکل ٹریٹمنٹ کے ذریعے اپنی صنف تبدیل کرا لیتے ہیں۔

برصغیر میں مغل بادشاہ اور امراء سلطنت اپنے حرموں کی نگرانی اور اندرونِ خانہ خدمات کے لیے ایسے افراد مقرر کرتے تھے جو پیدائشی طور پر نامرد ہوتے تھے، یا انہیں خصی کر دیا جاتا تھا، ایسے لوگ طاقت ور بھی ہوتے ہیں اور بے ضرر بھی۔ انھیں 'خواجہ سرا' کا نام بھی مغلوں نے دیا تھا۔ وہ اسے اپنے لیے سنہرا دور قرار دیتے ہیں اور یہی نام اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔ بعد میں انگریز حکومت آئی تو چونکہ یہ لوگ فوجی خدمات کے قابل نہیں تھے، مزید ان کی طرف سے بچوں کو اغوا کر کے خصی کرنے اور اپنی جماعت میں شامل کرنے جیسے واقعات سامنے آئے تو انگریز حکومت نے ان کے لیے بعض سخت قوانین بنائے، جس سے یہ طبقہ معاشرے سے کٹ کر رہ گیا۔ دوسری طرف لوگ بھی انہیں گھر، خاندان اور وراثت سے محروم کرنے لگے، جس سے یہ طبقہ تعلیم حاصل کرنے سے بھی محروم ہوتا چلا گیا، اوران کی اخلاقیات تباہ ہو کر رہ گئیں۔ آج خواجہ سرا تقریبات میں ناچ گانے سے پیسے کماتے ہیں، یا بھیک مانگتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اب 'خواجہ سرا' اور 'طوائف' ہم معنی اور ہم مشغلہ بن کر رہ گئے ہیں۔

خنثیٰ کی شناخت:

ہمارے معاشرے میں انہیں مرد اور عورت سے ہٹ کر ایک تیسری شے سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ بھی مکمل انسان ہوتے ہیں، سوائے جنسی اعضا کے، ان میں نقص ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان سمیت ہر مخلوق کی دو صنفیں (Genders) مذکر و مؤنث ہی بنائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [الذاریات: ۴۹]

"اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کر دیئے، شائد تم (ان سے) سبق حاصل کرو۔"

مزید انسان کے متعلق فرمایا:

﴿وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ﴾ [النجم: ۴۵، ۴۶]

"اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ دونوں قسمیں پیدا کیں نطفہ سے جبکہ وہ (رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے۔"

﴿ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴾

[الشورى: ٤٩]

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے، جو وہ چاہے پیدا کرتا ہے جسے چاہے لڑکیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے لڑکے۔"

لہٰذا خنثیٰ اور خواجہ سرا کوئی الگ فطری خلقت نہیں کہ انہیں تیسری صنف کہا جائے یا کوئی الگ شناخت دی جائے، بلکہ یہ ایک پیدائشی نقص ہے جس طرح بعض بچے پیدائشی طور پر اندھے، لولے، لنگڑے یا پاگل ہوتے ہیں۔

اعضاء تناسل میں نقص کے اعتبار سے ان کی دو اقسام ہیں:

۱. جو جسمانی ساخت اور اعضاء کے اعتبار سے مرد ہوتے ہیں، مگر ان کا آلہ تناسل ناقص ہوتا ہے یا بالکل نہیں ہوتا، اسی طرح بعض جسمانی ساخت اور اعضاء تناسل کے اعتبار سے عورت ہوتی ہیں مگر اندام نہانی کی بناوٹ میں نقص رہ جاتا ہے۔

مردانہ جسمانی ساخت اور آلہ تناسل والے کو (چاہے ناقص یا بالکل معمولی ہو) مرد اور زنانہ ساخت اور اندام نہانی والی کو (چاہے معمولی آثار اور نشان ہوں) عورت سمجھا جائے گا۔

امام ابن منذر فرماتے ہیں:

أجمع كل من يحفظ من أهل العلم أن الخنثى يورث من حيث يبول إن بال من حيث يبول الرجل ورث ميراث رجل، وإن بال من حيث تبول المرأة ورث ميراث امرأة.[1]

"جن اہل علم سے ہم نے علم حاصل کیا ہے، ان کا اجماع ہے کہ خنثیٰ اپنے پیشاب کے راستوں کی بنیاد پر وراثت میں حصہ دار ہوگا۔ اگر وہ مرد کی طرح پیشاب کرتا ہے تو وہ مرد والا حصہ لے گا، اگر وہ عورت کی طرح پیشاب کرتی ہے تو وہ عورت والا حصہ لے گی۔"

۲. لاکھوں خنثیٰ لوگوں میں سے ایک دو ایسے ہوتے ہیں جن میں مرد کا آلہ تناسل اور عورت کی اندام

---

۱ الإشراف على مذاهب العلماء لابن المنذر (٤/ ٣٦٨)، رقم المسئلة: ٢٣٤٣

نہانی دونوں اعضا ہوتے ہیں یا دونوں میں سے کوئی بھی عضو نہیں ہوتا۔ یعنی ان میں مرد یا عورت ہونے کی کوئی واضح علامت نہیں ہوتی، اسے فقہ کی اصطلاح میں 'خنثیٰ مشکل' کہا جاتا ہے۔

امام حسن بصری کا مشہور قول ہے:

(لم یکن اللہ عزوجل لیضیق علی عبدہ من عبیدہ حتیٰ لا یدری أذکر هو أم أنثیٰ)

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے پر ایسی تنگی نہیں کرتا کہ وہ پہچانا ہی نہ جاسکے کہ وہ مرد ہے یا عورت۔"

ایسے لوگوں کا فیصلہ دوسرے جسمانی اور نفسیاتی علامات کے مطابق کیا جائے گا مثلاً جسم کی ساخت میں چہرہ مہرہ، داڑھی، مونچھیں، قد کاٹھ، آواز، چھاتیوں کا ابھار، احتلام اور حیض ہے۔

اور نفسیاتی علامات میں دیکھا جائے گا کہ وہ مردوں کی طرح شجاع اور بہادر ہے یا عورتوں کی طرح بزدل، اس کا جنسی میلان مردوں کی طرف ہے یا عورتوں کی جانب؟ اس کے علاوہ آج کل میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعے بھی اس کے مرد یا عورت ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

اس کے برعکس بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ خنثیٰ انسان کے مسائل کا حل انہیں الگ شناخت دینے میں ہے، یعنی ان کے شناختی کارڈ پر صنف کے خانے میں خواجہ سرا لکھوانے کی اجازت دی جائے، انہیں ووٹ کا حق دیا جائے، ان کے لیے صوبائی و قومی اسمبلیوں اور سینٹ میں نشستیں مختص کی جائیں۔ سابق چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری نے ۲۳ دسمبر ۲۰۰۹ء میں خواجہ سراؤں کی مردم شماری کرکے انھیں سرکاری ملازمتیں دینے اور وراثت میں حصہ دلانے کا حکم دیا، بعد ازاں نومبر ۲۰۱۱ء کو سپریم کورٹ نے ان کے سیاسی حقوق تسلیم کرتے ہوئے ان کے ووٹ کے اندراج کے لیے الیکشن کمیشن کو ہدایات جاری کیں، انہیں اپنے شناختی کارڈ میں صنف کے خانے میں 'خواجہ سرا' لکھوانے کی اجازت دی گئی۔

غور کریں تو معاشرے کا ان کے ساتھ غیر اخلاقی رویہ اور ناروا سلوک کا سب سے بڑا سبب ان کا موجودہ گٹ اپ اور غیر اخلاقی ذریعۂ معاش ہے۔

میر بھی کیا سادہ ہیں، بیمار ہوئے جس کے سبب — اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

درست طریقہ یہ ہے کہ اسلامی اصولوں کے مطابق انہیں مرد یا عورت کی صنف میں شامل کیا جائے۔ مرد کو مرد بن کر اور عورت کو عورت کی شکل میں زندگی گزارنے کا پابند کیا جائے۔ چونکہ عذر کی بنا پر وہ ناقص الخلق

ہیں لہٰذا طبی ماہرین ہی جنسی عذر کا فیصلہ کریں۔

حکومت کی ذمہ داری:

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ خنثیٰ کے حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے ماہرین کے سپرد کیا جائے۔ البتہ جس گھر میں ایسا بچہ پیدا ہو تو والدین پابند ہیں کہ دوسرے بچوں کی طرح اسے بھی گھر میں رکھیں اور اس کی تعلیم و تربیت کا بندوبست کریں، ان کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے، اسلامی شریعت کے مطابق انہیں فقہاء کے اجتہادات کے ذریعے حق وراثت دیا جائے۔ اس کے علاوہ انہیں عام شہریوں کے برابر حقوق دیئے جائیں، مزید لوگوں کی اخلاقی تربیت کی جائے تاکہ ان کے متعلق عوام میں پائی جانے والی منفی سوچ کا قلع قمع ہو اور انہیں عزت کے ساتھ جینے کے مواقع حاصل ہوں۔

خنثیٰ اور شرعی احکام:

جب یہ بات طے ہو گئی ہے کہ خنثیٰ بھی اللہ تعالیٰ کی تکریمِ انسان میں شامل ہیں، لہٰذا ان پر بھی شریعت کے احکام لاگو ہیں، مثلاً نماز روزہ، حج وزکوۃ اور دیگر شرعی احکام جس طرح عام مسلمان مرد وزن پر فرض ہیں اسی طرح مسلمان خنثیٰ پر بھی فرض ہیں۔ اسی طرح حقوق کا مسئلہ بھی حل کیا جا سکتا ہے۔

شریعت کی نظر میں ہر خنثیٰ مرد ہے یا عورت، تیسری کوئی صنف نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب کسی کے مرد یا عورت ہونے کا فیصلہ ہو جائے تو پھر اس پر فرض ہے کہ وہ اسی صنف سے متعلق احکام پر عمل کرے، اس سے ہٹ کر زندگی بسر کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اور معاشرے کو بھی اس کے ساتھ ویسا ہی رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

مرد خنثیٰ کے لیے سارے احکام (عبادات، نکاح، لباس، میک اپ، شہادت، حجاب وراثت اور امامت وغیرہ) مردوں والے ہیں، سوائے اجنبی عورتوں سے خلوت اور حجاب کے احکام کے (تفصیل آگے آ رہی ہے) لہٰذا مردانہ ہیجڑوں کو مردوں کی طرح زندگی بسر کرنی چاہیے۔

اسی طرح عورت خنثیٰ تمام شرعی احکام، مثلاً حجاب، میک اپ، لباس، بالوں کے سٹائل وغیرہ میں عورتوں سے ملحق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء امت نے خواجہ سرا کے الگ سے احکام بیان نہیں کیے۔ کتب فقہ میں صرف خنثیٰ مشکل کے حوالے سے جزوی بحث ملتی ہے، کہ وہ کب مردوں کے حکم میں شمار ہو گا، اور کب اس پر عورتوں والے احکام لاگو ہوں گے۔

خنثیٰ اور وراثت میں حصہ:

ہمارے معاشرے میں عام طور پر والدین یا بہن بھائی خنثیٰ کو گھر سے نکال دیتے ہیں، اس کا ایک سبب اسے حق وراثت سے محروم کرنا ہوتا ہے، ان کا یہ عمل حرام اور ظلم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾

[النساء: ١٠]

”بے شک جو لوگ یتیموں کے اموال ظلم سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کے سوا کچھ نہیں کھاتے اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔“

مرد یا عورت خنثیٰ اپنے رشتہ داروں کی وراثت میں اسی طرح حصہ دار ہیں جس طرح دوسرے مرد و زن کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر وہ مرد خنثیٰ ہے تو وہ مردوں والے حصے کا حق دار ہے، اور عورت خنثیٰ عورتوں والے حصے کی مستحق ہے۔

تجہیز و تکفین اور تدفین:

خنثیٰ انسان کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے حوالے سے کئی طرح کی کہانیاں معاشرے میں مشہور ہیں۔ اولاً ان میں کچھ صداقت نہیں ہے۔ بالفرض اگر اسی سوسائٹی میں شرعی طریقے سے ہٹ کر کوئی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے یا کوئی رسم انجام دی جاتی ہے تو وہ غلط اور ناجائز ہے۔ شریعت میں خنثیٰ کے لیے تجہیز و تکفین اور تدفین کا وہی طریقہ ہے جو عام مرد و زن کا ہے، اس کے علاوہ کچھ ثابت نہیں ہے۔

خنثیٰ اور میک اپ:

اللہ تعالیٰ نے مرد و زن کی جسمانی ہیئت بالکل ایک دوسرے سے مختلف بنائی ہے، مرد کی خوبصورتی وجاہت اور رعب سے ہے، جبکہ عورت کی خوبصورتی نزاکت اور ملائمت میں ہے۔ مرد کی زیب و زینت وہ ہے جو اس کی وجاہت میں اضافہ کرے، اور عورت کا میک اپ جو اس کی نزاکت کو بڑھائے۔ شریعت اسلامیہ نے دونوں کی تزئین و آرائش میں فرق رکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرد کی خوبصورتی (میک اپ) کی وہ چیزیں ہیں جن میں خوشبو ہو، رنگ نہ ہو، اور خواتین ان چیزوں سے میک اپ کرے جن میں رنگ ہو، خوشبو نہ ہو۔ [١]

خواتین گھر میں خاوند اور محرم لوگوں میں رہتے ہوئے خوشبو لگا سکتی ہیں، البتہ باہر جاتے ہوئے عورت کے

---

١ سنن الترمذی: ٢٧٨٧- حسن

لیے خوشبو لگانا حرام ہے۔[1]

اسی اصول کے تحت عورت خنثیٰ خواتین والا میک اپ کر سکتی ہے،اور مرد خنثیٰ خوبصورتی کے لیے مردوں والی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں، انہیں ہاتھوں پر مہندی بطور زینت لگانے کی اجازت نہیں ہے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((نهى النبي صلى الله عليه وسلم أن يتزعفر الرجل))[2]

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زعفرانی رنگ لگانے سے منع فرمایا ہے۔"

چونکہ مہندی میں بھی تقریباً یہی رنگ ہوتا ہے لہٰذا مرد خنثیٰ کے لیے یہ جائز نہیں ہے۔

خنثیٰ اور حجاب:

مرد خنثیٰ جو خواتین کے معاملے میں دلچسپی نہیں رکھتے ،انہیں خواتین سے میل جول رکھنے اور ان کے سامنے خواتین کو حجاب اتارنے میں کچھ حرج نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے آیت حجاب میں خواتین کو محرم مردوں کے علاوہ جن مردوں سے پردہ نہ کرنے کی آزادی دی ہے، ان میں ایک خنثیٰ یعنی مردمی طاقت سے محروم شخص بھی شامل ہے:

﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ﴾[النور : ٣١]

"اور مومن عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے...... یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں ہیں۔"

علماء کرام نے ﴿ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ﴾ سے مراد مندرجہ ذیل لوگ قرار دیئے ہیں:

---

١ سنن النسائی: ٥١١٧

٢ صحیح البخاری :٥٨٤٦

① دیوانہ، جسے خواتین کی حاجت نہ ہو۔
② بوڑھا اور ضعیف جسے جماع کی اشتہا نہیں ہوتی۔
③ نامرد، خصی اور ہیجڑا وغیرہ۔

اسی اجازت کے پیش نظر دور نبوی میں ایسے لوگ بلا روک ٹوک اندرون خانہ خواتین کے پاس آجاتے تھے، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

أَنَّ مُخَنَّثًا كَانَ عِنْدَهَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ لِأَخِي أُمِّ سَلَمَةَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكُمُ الطَّائِفَ غَدًا، فَإِنِّي أَدُلُّكَ عَلَى بِنْتِ غَيْلَانَ، فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ، قَالَ فَسَمِعَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «لَا يَدْخُلْ هَؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ»[1]

”ان کے پاس ایک مخنث بیٹھا تھا، جبکہ رسول اللہ ﷺ بھی گھر میں ہی تھے، تو وہ ام سلمہ کے بھائی سے کہہ رہا تھا: اے عبد اللہ بن امیہ! اللہ تعالیٰ نے اگر کل تمھیں طائف کی فتح عطا کر دی تو میں تمھیں غیلان کی بیٹی دیکھاؤں گا جو آتی ہے تو اس کے چار بل پڑتے ہیں اور جاتی تو پیچھے آٹھ بل پڑتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے اس کی یہ گفتگو سننے کے بعد فرمایا: یہ تمہارے پاس نہ آیا کریں۔“

بعض علماء کرام اسی حدیث کی بنیاد پر ہر قسم کے خنثیٰ اور مخنث مردوں کا عورتوں کے ہاں دخول کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔[2] لیکن اس حوالے سے دو باتیں ذہن میں رہنی چاہئے:

① مذکورہ حدیث میں مخنث کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد وہ شخص ہے جو جسمانی طور پر مرد ہے لیکن احساسات عورتوں والے رکھتا ہے۔ چونکہ شرعی احکام ظاہری اور جسمانی حالت پر لاگو ہوتے ہیں، ان میں باطنی احساسات کا اعتبار نہیں کیا جاتا، لہٰذا مخنث جو کامل مرد ہو، اس کے لیے غیر محرم عورتوں کے پاس جانا جائز نہیں ہے۔

② اکثر علماء کرام کا کہنا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کا مخنث کے زنان خانہ میں داخلے پر پابندی کسی سزا کے طور پر نہیں مصلحت اور احتیاط کے طور پر تھی، کیونکہ قانون حجاب کا مقصد ہی یہ ہے

---

۱ صحیح مسلم : ۲۱۸۰

۲ مغنی المحتاج :۱۲۸/ ۳- المبسوط :۳۸۲/ ۱۲

کہ اجنبی مردوں تک خواتین کے حسن وجمال اور داخلی معاملات کی اطلاعات نہ پہنچیں، اس معاملے میں براہِ راست اپنی آنکھ سے دیکھنا یا کسی دیکھنے والے کی زبان سے سننا یکساں خطرناک ہے۔ یہ پابندی محض خنثیٰ یا مخنث پر نہیں، عام مرد وزن پر بھی ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”کوئی عورت اپنے خاوند کے سامنے کسی خاتون کے حسن وجمال کا اس طرح تذکرہ نہ کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے“۔[1]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”کوئی مرد اپنی بیوی کی خفیہ اور پردے والی باتیں دوسرے مردوں کے سامنے بیان نہ کرے“۔[2]

اسی لیے علماء کرام نے لکھا ہے:

المخنث الذی لاشهوة له فحكمه حكم ذوی المحرم فی النظر ، فان كان المخنث ذا شهوة ويعرف أمر النساء فحكمه حكم غيره .[3]

’جس مخنث میں شہوت نہیں ہوتی، اس کا خواتین کو دیکھنا ویسا ہی ہے جیسا کہ محرم خاتون کو دیکھنا ہے، اور جو مخنث شہوت رکھتا اور عورتوں کے معاملات میں دلچسپی لیتا ہو، اس کا خواتین کو دیکھنا غیر محرم خواتین کو دیکھنے کی مانند ہے۔“

مزید لکھا ہے:

المخنث الذی له ارب فی النساء ، لا خلاف فی حرمة اطلاعه علی النساء ونظره اليهن ، لأنه فحل فاسق .[4]

”البتہ جس مخنث میں عورتوں کی شہوت ہے، اس کے عورتوں پر داخل ہونے اور ان کی طرف دیکھنے کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ وہ بلاشبہ نر فاسق ہے۔“

---

۱ صحیح بخاری :۵۲۴۰

۲ صحیح مسلم :۱۴۳۷

۳ المغنی :۲/ ۴۶۲

۴ فتح القدير :۲۲/ ۲۲۲- التمهيد :۲۲/ ۲۷۳- مغنی المحتاج :۳/ ۱۲۸

خنثیٰ اور نکاح:

مخنث / ہجڑا جو جسمانی طور پر مکمل مرد ہوتا ہے اس کے لیے شادی کے جائز ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ باقی رہا خنثیٰ تو جب یہ واضح ہو گیا ہے کہ مرد خنثیٰ کے تمام احکام مردوں والے اور عورت خنثیٰ کے سب معاملات عورتوں والے ہیں، تو اسی اصول کے تحت خنثیٰ بھی اپنی مخالف صنف سے شادی کر سکتے ہیں، بشرطیکہ عورت بھی خنثیٰ ہو یا اس کی رضامندی سے ہو۔ اور وہ زندگی بھر پاک دامن رہنے کا عہد کرے۔

باقی رہا کہ خنثی سے شادی کرنے کا فائدہ کیا ہے؟، تو گزارش ہے کہ جنسی آسودگی کے علاوہ بھی شادی کے کئی مقاصد ہوتے ہیں، مثلاً مرد وزن کا ایک دوسرے سے نفسیاتی سکون حاصل کرنا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾

[الروم :۲۱]

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (جا کر) آرام پاؤ اور اس نے تمھارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی۔“

اور یہ سکون صرف جنسی ہی نہیں نفسیاتی بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایام حیض میں مرد اپنی عورت سے جماع نہیں کر سکتا ہے، اس کے باوجود اس سے کئی طرح کے اسالیب محبت اختیار کرتا ہے، اور نفسیاتی سکون حاصل کرتا ہے، اسی طرح خنثیٰ مرد اور خنثیٰ عورت شادی کر کے نفسیاتی لطف اٹھا سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی کئی اقسام کی خدمات ہیں جو مرد وزن ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہیں، مثلاً مرد کو گھریلو خدمات کے لیے عورت کی اور خاتون کو نان ونفقہ، علاج معالجہ اور سکونت کی سہولیات حاصل کرنے کے لیے مرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی بھی شخص کے لیے تنہا زندگی گزارنا مشکل ہے، اسی وجہ سے عموماً ہیجڑے مل کر رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی مرد کسی مخنث عورت سے یا کوئی عورت کسی مخنث مرد سے شادی کر کے یہ فوائد حاصل کر لیتے ہیں تو قطعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک نامرد اور جنسی طور پر کمزور آدمی شادی کر لیتا ہے، یا شادی کے بعد اس کی جنسی قوت ختم ہو جاتی ہے، تو اس کا نکاح ٹوٹ نہیں جاتا ہے، البتہ عورت خلع لینا چاہئے تو اسے اجازت ہے۔ اسی طرح ہیجڑا مرد یا عورت اپنے ساتھی کو بتا کر شادی کر لیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ علماء کرام نے بلا اتفاق ہیجڑے کو صنف مخالف سے شادی کی اجازت دی ہے۔ البتہ خنثیٰ مشکل (جب تک اس کی صنف کا تعین نہ ہو) کی شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ مرد ہے یا عورت،

اس لیے اس کی شادی ہم جنس پرستی کے مشابہہ ہے ۔[1]

خنثیٰ اور ناچ گانا:

آج کل دنیا بھر میں خنثیٰ لوگوں نے ناچ گانے کو مشغلہ بنالیا ہے، یہ قطعی طور پر حرام ہے۔ امام صنعانی فرماتے ہیں:

(وأما الرقص والتصفيق فشأن أهل الفسق والخلاعة، لا شأن من يحب الله ويخشاه)[2]

"رہا رقص کرنا اور تالیاں بجانا تو یہ اہل فسق اور بے حیا لوگوں کا کام ہے، اللہ سے محبت کرنے اور اس سے ڈرنے والوں کا یہ طریقہ نہیں ہے۔"

خنثیٰ لوگوں کا کہنا ہے کہ معاشرہ ہمیں اچھا اور باعزت روزگار دینے کے لیے تیار نہیں تو ہم کیا کریں؟۔ مگر یہ آدھا سچ ہے۔ پورا سچ یہ ہے کہ خنثیٰ اور مخنث لوگوں نے ازخود اس پیشہ کو اپنے کے لیے خاص کر لیا ہے اور اس حلیے میں انہیں وافر آمدن ہوتی ہے، جس کا نتیجہ ہے کہ صحیح، تندرست اور کامل لوگوں نے بھی مانگنے کے لیے یہی روپ دھار لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مخنث لوگوں کو معاشرے میں جو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اس کی وجہ ان کا یہی مخصوص گٹ اپ ہے، اگر وہ یہ بہروپ ترک کر کے مرد، مردانہ اور عورتیں زنانہ حلیہ اختیار کر لیں تو ان کی مشکلات میں کافی حد تک کمی آسکتی ہے۔ جو خنثیٰ لوگ اپنے جسم کے مطابق مرد یا عورت کا حلیہ میں رہتے ہیں، انہیں معاشرے سے کوئی تکلیف ہے نہ کوئی شکوہ ہے۔

خنثیٰ اور معاشی مسائل:

خنثیٰ ایک فطری نقص کے علاوہ ہر لحاظ سے مرد اور عورت کے برابر صلاحیتیں رکھتے ہیں، لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ وہ نظام وضع کرے کہ ایسے بچے اپنے اصل خاندانوں اور حقیقی گھروں میں رہیں، کوئی انہیں وہاں سے بے دخل نہ کر سکے۔ دوسرے شہریوں کی طرح ان کے لیے بھی تعلیم کا بندوبست کیا جائے، ان کی صلاحیتوں کے مطابق انہیں ہنر اور دست کاری سکھائی جائے۔ ان کے لیے حلال اور باعزت روزگار کے مواقع فراہم کر کے غیر اخلاقی ذریعہ معاش پر پابندی لگائی جائے، تاکہ وہ مفید شہری بن کر اور باعزت زندگی گزار سکیں۔

---

۱ الشرح الممتع :۱۶۰/ ۱۲

۲ سبل السلام :۱/ ۵

خنثیٰ اور لواطت:

دنیا بھر میں ہیجڑے لواطت کے حوالے سے مشہور ہیں، الا ماشاء اللہ۔ اسی وجہ سے بہت سارے علماء سلف نے مخنث کی تعریف میں لواطت اور فواحش کے ارتکاب کو بطور علامت کے بیان کیا ہے۔

امریکہ کے قومی ادارہ برائے صحت کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق امریکا میں ایک تہائی ہیجڑوں میں ایڈز کا مرض پایا جاتا ہے۔ چونکہ سیاہ فام امریکیوں میں یہ مرض نسبتاً زیادہ، سیاہ فام ہیجڑوں میں سے چھپن فیصد (۵۶%) ایڈز کا شکار ہیں۔ لواطت ہر حالت میں حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لعن الله من عمل عمل قوم لوط ، لعن الله من عمل عمل قوم لوط، ثلاثا .[1]

"اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس شخص پر جو قوم لوط والا کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس شخص پر جو قوم لوط والا کام کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔"

مزید فرمایا:

من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به .[2]

"جسے تم قوم لوط والا کام کرتے پاؤ، فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔"

رسول اللہ ﷺ نے منکوحہ بیوی کے ساتھ بھی لواطت کرنے کو حرام قرار دیا ہے ۔[3]

خواجہ سرا اور عوام:

خنثیٰ، مخنث اور ہیجڑوں کو بھی انسانی تکریم حاصل ہے، ان کے تخلیقی نقص میں ان کا کوئی گناہ نہیں، لہٰذا ان کا مذاق اڑانا، آوازیں کسنا، تذلیل کرنا، یا ان کی تحقیر کرنا جائز نہیں۔ امریکہ میں ہیجڑوں کے مسائل کے حوالے سے ۲۰۱۱ء میں ایک سروے رپورٹ شائع ہوئی، جس میں انکشاف کیا گیا کہ ۶۰۰۰ افراد میں سے ۹۰ فیصد بدسلوکی، نسلی تعصب اور خوف وہراس کا شکار پائے گئے ۔[4]

---

[1] مسند احمد: ٢٩١٥- حسنه شعيب الأرنؤوط

[2] سنن ترمذی: ١٤٥٦- أبوداؤد: ٤٤٦٢

[3] سنن الترمذی: ٢٩٨٠- حسن

[4] http://www.express.pk/story/35119

عجیب بات ہے کہ دوسرے معذور افراد کو دیکھ کر ہمارے دلوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں لیکن خنثیٰ یا ہیجڑوں کو دیکھ کر ہماری رگِ ظرافت بھڑک اٹھتی ہے۔ ان کا مذاق اڑانا دراصل اللہ تعالیٰ کی صناعی اور تخلیق کا مذاق اڑانا ہے، شرعی طور پر یہ حرام اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

ذرا سوچئے! کیا معذور اور بیمار بچوں کو والدین باہر پھینک دیتے ہیں، یقیناً نہیں، بلکہ ایسے بچے خصوصی ہوتے ہیں، ان کی نگاہ داشت بطور خاص کی جاتی ہے، تو پھر جنسی طور پر معذور بچوں کو گھر سے نکال کر گناہوں کی دلدل میں کیوں پھینک دیا جاتا ہے؟۔ ایسے بچے کے معاملے میں معاشرے سے نہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

علاج اور اصلاح

خنثیٰ کے اعضاء تناسل میں کسی نقص کی اصلاح، تصحیح، علاج اور تبدیلی کرنا دوائی سے ہو یا اپریشن سے جائز ہے، اس میں کچھ ہرج نہیں ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے آنکھ، ناک، کان وغیرہ کا کوئی نقص اپریشن سے دور کیا جاتا ہے، شریعت کسی بھی تکلیف اور نقص کے علاج سے منع نہیں کرتی۔

مخنث:

بعض لوگوں کے جنسی اعضا کے اعتبار سے صنف بالکل واضح ہوتی ہے، مگر ان کے جینز میں دوسری صنف کے جینز بھی کچھ مقدار میں پائے جاتے ہیں، جن کے اثرات ان کی چال ڈھال اور انداز تکلم میں ظاہر ہوتے ہیں، جیسے ایک مرد ہے مگر اس کی چال ڈھال، اٹھنے بیٹھنے، انداز تکلم یا سینے کے ابھار کے اعتبار سے اس میں زنانہ پن ہے، ایسے لوگوں کو عربی میں مخنث کہا جاتا ہے، جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ایسے
لوگوں پر لازم ہے کہ کوشش کرکے بتدریج اس پر قابو پائیں اور مخالف جنس کی مشابہت سے بچیں۔ [1]

ایسے لوگوں کا آج کل جینز تھراپی کے ذریعے علاج کیا جاتا ہے۔ ان پر فرض ہے کہ اپنی حقیقی صنف کے اعتبار سے زندگی بسر کریں، ان کے لیے زنانہ کپڑے پہننا اور میک اپ کرنا شرعاً حرام اور ملعون کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِينَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلاَتِ مِنَ النِّسَاءِ،

---

1 فتح الباری: ۱۰/ ۳۳۲

وَقَالَ: ((أَخْرِجُوهُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ))[1]

"نبی اکرم ﷺ نے لعنت کی مخنث بننے والوں مردوں اور مرد بننے والی عورتوں پر۔"

دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ))[2]

"رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں، اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر۔"

اس لعنت اور وعید میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو مردانہ وجاہت رکھنے کے باوجود خواتین والا گٹ اپ اپناتے ہیں، یا زنانہ ساخت پانے کے باوجود مردوں والا گٹ اپ اپناتی اور مردانہ زندگی اختیار کرتی ہیں۔

ٹرانس جینڈر (Transgender)

ٹرانس (Trans) کا معنی ہے تبدیل کرنا جیسے گردے یا جگر کا ٹرانس پلانٹ کرنا، اور جنڈر (Gender) کا معنی ہے صنف، تو "ٹرانس جینڈر" کا معنی ہوا صنف تبدیل کرنا۔

مغرب میں ان لوگوں کی جسمانی علامات کے برعکس داخلی احساسات کی بنیاد پر صنف طے کی جاتی ہے، بلکہ ایسے لوگوں کو اپنی خواہش کے مطابق صنف تبدیل کرنے اور ہم صنف سے شادی کرنے کی کھلی آزادی دی گئی ہے۔ اقوام متحدہ نے ۲۰۰۸ء میں ایک قانون پاس کیا تھا جس کے مطابق تمام رکن ممالک پر ہم جنس پرستی Homo Sexuality کی اجازت دینا لازمی ہے۔ اس کے تحت کافر ممالک کے ساتھ ساتھ بعض مسلم ممالک مثلاً ترکی، بوسنیا اور مالدیپ نے بھی ہم جنس پرستی کی اجازت دے دی۔ اب جب کہ حکومت پاکستان نے ٹرانس جینڈر (Transgender) کے حقوق کے نام پر ایک قانون پاس کیا ہے جس کی ایک شق یہ ہے کہ جو شخص اپنے اندر مخالف صنف کے احساسات پاتا ہے تو وہ نادرا کے پاس جا کر اسی صنف کا شناختی کارڈ بنوا سکتا ہے، اور نادرا اس قانون کی رو سے انکار نہیں کر سکتا بلکہ ان کی طبی جانچ کا بھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اس قانون

---

۱ صحیح بخاری :۵۸۸۶

۲ صحیح بخاری :۵۸۸۵

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نادرا کی اپنی رپورٹ کے مطابق کوئی اٹھائیس ہزار لوگ اب تک اپنی شناخت تبدیل کرا چکے ہیں۔ جبکہ شرعی اعتبار سے ایسا شخص قطعاً خنثیٰ کے زمرے میں نہیں آتا، لہٰذا اس کا صنف تبدیل کرانا یا ہم صنف سے شادی کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ قوم لوط والے عمل کا مرتکب ہے۔

خنثیٰ یا مخنث کی ظاہری صنف کو اپریشن کے ذریعے تبدیل کرنا یا محض صنف مخالف کے احساسات کی وجہ سے دوسری صنف کا سرٹیفکیٹ جاری کرنا قطعاً حرام ہے، یہ اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنا اور شریعت کے احکام و مسائل اور حقوق و فرائض میں الجھن پیدا کرنا ہے، یہ خالص شیطانی ایجنڈا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی زبان سے اس کے ایجنڈے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

﴿لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾ [النساء:۱۱۸،۱۱۹]

”اس (شیطان) پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اس نے اللہ سے کہا تھا: میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا اور میں انہیں گمراہ کرکے چھوڑوں گا، (اس طرح کہ) انہیں آرزوئیں دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان پھاڑ ڈالیں اور انہیں یہ بھی حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کردہ صورت میں تبدیلی کر ڈالیں اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا سرپرست بنالیا اس نے صریح نقصان اٹھایا۔“

اس میں اللہ کی تخلیق کو تبدیل کرنے کو شیطانی ہتھکنڈا قرار دیا ہے۔ شریعت اسلامیہ فطری تخلیق میں معمولی سی تبدیلی کو بھی برداشت نہیں کرتی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

«لَعَنَ اللَّهُ الوَاشِمَاتِ وَالمُسْتَوْشِمَاتِ، وَالمُتَنَمِّصَاتِ، وَالمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ، المُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ»[۱]

”اللہ تعالیٰ نے لعنت کی جسم میں سرمہ بھرنے اور بھروانے والیوں پر، بال اکھاڑنے والیوں پر اور خوبصورتی کے لیے دانتوں میں خلا کرنے والیوں پر، اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔“

---

۱ صحيح البخاري :۵۹۴۸

جب اسلام تخلیق خدا میں ایسی معمولی تبدیلی کو برداشت نہیں کرتا ہے جس سے نہ جسم میں کوئی بڑی تبدیلی آتی ہے اور نہ شرعی حقوق و فرائض میں کوئی الجھن پیدا ہوتی ہے، تو وہ اس تبدیلی کو کیونکر قبول کر سکتا ہے جس سے کلی طور انسانی صنف ہی تبدیل ہو جائے، حقوق و فرائض، ستر و حجاب، حلت و حرمت کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

اس کے علاوہ ٹرانس جینڈر ایکٹ سے خواتین کی عزت خطرے میں پڑ جائے گی، کیونکہ ایکٹ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص 'نادرا' کو درخواست دیتا ہے کہ میں اپنی ظاہری جسمانی حالت کے برعکس احساسات پاتا ہوں، تو 'نادرا' اسے مطلوبہ صنف کا شناختی کارڈ دینے کا پابند ہے۔ مثلاً ایک مرد عورت کا شناختی کارڈ بنا کر خواتین کے ہاسٹل میں قیام پذیر ہو سکتا ہے۔ ہسپتال کے زنانہ وارڈ میں قیام کر سکتا ہے، خواتین کے باتھ رومز میں جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں خواتین کی عزت کا تحفظ کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ موہوم خطرات نہیں بلکہ امریکہ میں ہونے والے ایک حالیہ واقعے میں ایک مرد صنف شناخت کی تبدیلی کے بعد کسی جرم کے سبب زنانہ جیل میں چلا گیا، اس نے دو قیدی خواتین کو حاملہ کر دیا۔ اسی طرح کوئی عورت مرد کا سارٹیفکیٹ حاصل کر کے وراثت میں زیادہ حصہ لے سکتی ہے۔ گویا ٹرانس جینڈر ایکٹ کے اثرات معاشرے کے ایک ایک پہلو پر پڑتے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے یہ قانون اگرچہ مخنثین کے حقوق کے تحفظ کے نام پر بنایا ہے لیکن درحقیقت یہ قانون اقوام متحدہ کے ہم جنس پرستی کی اجازت دینے والے قانون کو اپنے یہاں لاگو کرنے کے لے بطور سہولت کار بنایا ہے، خصوصاً جب خنثیٰ کمیونٹی جن کے حقوق کا تحفظ کرنے کے نام پر یہ قانون بنایا گیا ہے اس قانون کی مخالفت کر رہی ہے۔

انسانی تاریخ میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے ہم جنس پرستی جیسا غیر فطری اور قبیح عمل شروع کیا تھا۔ قرآن مجید میں ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ [الأعراف ٨٠-٨٥]

"اور جب لوط کو (ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا تو) انہوں نے اپنی قوم سے کہا: تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں

کرتے ہو جسے دنیا میں سے تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔یعنی خواہش نفسانی پورا کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔اور ان سے اس کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو بولے کہ ان لوگوں (یعنی لوط کے گھرانے) کو اپنے گاؤں سے نکال دو کہ یہ لوگ پاک بنناچاہتے ہیں۔تو ہم نے انہیں اور ان کے اہل خانہ کو بچالیا مگر ان کی بیوی نہ بچ سکی، وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گئ، تو ہم نے ان پر (پتھروں کی) بارش برسائی، پس دیکھ مجرموں کا انجام کیساہوا!۔"

اگر اس ایکٹ سے حکومت کا مقصد یہ نہ بھی ہو، تب اس کا نتیجہ تو یہی نکل رہا ہے۔ لہٰذا اسے منسوخ کیا جائے، خنثیٰ لوگوں کی اصلاح اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے شریعت کی روشنی میں نظام وضع کرنا چاہئے۔

المختصر!

۱. شریعت اسلامیہ میں خنثیٰ کوئی الگ نوع یا صنف نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی جسمانی علامات کے اعتبار سے مرد ہیں یا عورت۔
۲. کسی مرد خواجہ سرا کے لیے جائز نہیں کہ وہ عورتوں والا گٹ اپ اختیار کرے۔
۳. وہ جسمانی اعتبار سے جو ہیں اسی حساب سے ان کے حقوق و فرائض اور احکام ہیں۔
۴. ان کے لیے مانگنے یا ناچ گانے کا پیشہ اختیار کرنا حرام ہے۔
۵. اگر وہ اسلام کے اس حکم پر عمل کر لیں تو انہیں الگ سے کسی نظام کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔
۶. ان میں سے جن لوگوں کے اعضاء تناسل علاج سے درست ہو سکتے ہیں، انہیں طبی امداد دینی چاہئے تا کہ وہ نارمل زندگی بسر کر سکیں۔
۷. جن لوگوں کو جینز پرابلم ہے، ان کا بھی علاج ہونا چاہئے، مزید ایسے لوگ کوشش کر کے اپنی فطری صنف کے مطابق زندگی بسر کریں۔
۸. محض اندرونی احساس کی بنیاد پر خود کو دوسری صنف اور مختلف صنف تصور کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح ہم جنس سے شادی کرنا یا لواطت کا مرتکب ہونا حرام ہے۔
۹. کسی بھی صورت صنف تبدیل کرنا اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو تبدیل کرنا ہے، جو قطعاً حرام ہے۔

ٹرانس جینڈر ایکٹ (اردو متن)

اسے ٹرانس جینڈر پرسنز (Transgender Persons) (پروٹیکشن آف رائیٹس Protection of Rights) ایکٹ ۲۰۱۸ کہا جا سکتا ہے۔ اِس کا اطلاق پاکستان میں ہر جگہ ہو گا۔ اِس کا اطلاق فوری ہو گا۔

چیپٹر نمبر ا: تعاریف (Definitions)

تعریف یا ڈیفینیشنز (Definitions) میں ایکٹ برائے جینڈر پروٹیکشن رائیٹس (Gender Protection Rights,)، سی این آئی سی یعنی شناختی کارڈ، کمپلینینٹ (Complainant) یعنی شکایت کُنندہ، سی آر سی مطلب بچوں کا رجسٹریشن فارم یا فارم ب / بی، جینڈر ایکسپریشن (Gender expression) کا مطلب کسی شخص کی صنفی شناخت وہ خود یا دوسرے کیسے کرتے ہیں، جینڈر آئیڈینٹٹی (Gender identity) یعنی صنفی شناخت کا مطلب کہ وہ شخص اندر سے خُود کو کیسا محسوس کرتا ہے، بطور مرد، عورت، کُچھ کُچھ دونوں یا کُچھ بھی نہیں۔ یہ شناخت پیدائش کے وقت دِی گئی صنفی شناخت سے مُطابقت رکھ سکتی ہے اور نہیں بھی رکھ سکتی۔ اِس کے بعد گورنمنٹ یعنی حکومت سے مُراد وفاقی حکومت ہے۔

ہراسمنٹ (Harassment) سے مُراد یا ہراسمنٹ میں جِنسی، جِسمانی، ذہنی اور نفسیاتی ہراسمنٹ مُراد ہے جِس کا مطلب یہ ہے کہ سیکس کے لیے متشدد رویے، دباؤ، ناپسندیدہ سیکشوئل ایڈوائس (sexual-advice)، دعوت دینا وغیرہ سمیت ایسے تمام رویے جو اِس ضِمن میں آتے ہیں ہراسمنٹ کہلائے جائیں گے۔

نادرا کا مطلب شناختی کارڈ واعداد وشمار کی رجسٹریشن کا اِدارہ ہے۔ نوٹیفیکیشن (Notification) جو گزٹ (Gazette) میں پبلش ہُوا ہو۔ پی ڈی ایم سی یعنی پاکستان میڈیکل اینڈ ڈینٹل ایسوسی ایشن (Medical and Dental Association)، پی ڈی ایم سی آرڈیننس ۱۹۶۲ء۔

پرسکرائبڈ (Prescribed) مطلب وفاقی حکومت نے جو قوانین اِس ایکٹ میں بنائے / پاس کیے ہیں۔

رُولز (Rules) مطلب جو قوانین اِس میں شامِل ہیں۔

ٹرانس جینڈر پرسن مطلب:

درمیانی جِنس (خنثٰی) مردانہ وزنانہ جِنسی اعضا کے ساتھ یا پیدائشی جِنسی ابہام، خواجہ سرا ایسا میل چائلڈ

(Mail Child) جو بوقت پیدائش میل (Mail) درج کِیا گیا ہو لیکن جِنسی طور پر ناکارہ / خصی ہو گیا ہو، ایک ٹرانس جینڈر (Transgender) مرد یا عورت جِس کی صنفی / جنسی شناخت یا شناخت کا اِظہار معاشرے کی عُمومی اقدار سے ہٹ کر ہو یا اُس صنفی شناخت سے ہٹ کر ہو جو اُنہیں بوقتِ پیدائش دِی گئی تھی۔

کوئی ایسا لفظ یا الفاظ جس کی تعریف اِس ایکٹ میں نہیں کی گئی یا لکھی گئی اُس کا مطلب وُہی لِیا جائے گا جو سی آر پی سی (ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸) یا پی پی سی (۱۸۶۰) تعزیراتِ پاکستان میں درج ہے۔

چیپٹر نمبر ۲:

① ایک ٹرانس جینڈر (Transgender) کو اپنی جِنسی / صنفی شناخت اس شناخت کے مُطابق درج کروانے کا حق ہو گا جو صنفی / جِنسی شناخت وُہ خُود کو تصور کرتا ہے۔

② ایک ٹرانس جینڈر (Transgender) اپنے آپ کو سب سیکشن وَن (Sub-Section One) کے تحت اپنی تصور کردہ شناخت کے مُطابق تمام نادرا یا دیگر حکومتی اِداروں میں درج کرواسکتا ہے۔

③ ہر ٹرانس جینڈر اپنے آپ کو نادرا (NADRA) آرڈیننس ۲۰۰۰ء یا دیگر متعلقہ قوانین کے مُطابق اٹھارہ سال کی عُمر ہونے پر سیلف پر سِیوڈ جینڈر آئیڈینٹٹی کے مُطابق شناختی کارڈ، پاسپورٹ یا ڈرائیونگ لائسنس بنوا سکتا ہے۔

④ ایک ٹرانس جینڈر جس کا شناختی کارڈ پہلے ہی بن چُکا ہے وہ بھی نادرا آرڈیننس ۲۰۰۰ کے مُطابق his or her سیلف پر سِیوڈ آئیڈینٹٹی (Self-perceived identity) کو اپنے شناختی کارڈ، پاسپورٹ یا ڈرائیونگ لائسنس پر درج کروا سکتا ہے۔

چیپٹر نمبر ۳:

⑤ تعلیمی، صحت یا دیگر اِداروں میں تعلیم یا سروسز سے منع کرنا، ختم کروانا، نااِنصافی پر مبنی رویہ، نوکری کرنے پر مجبور کرنا یا چھوڑنے سے زبردستی روکنا یا امتیازی سلوک منع ہے، غیر قانونی ہے۔ جو عوامی سہولیات ہیں، جو عوام کو دستیاب ہیں اُن سے روکنا، اُن کے استعمال سے روکنا، سفری سہولیات سے روکنا، عوامی سفری سہولیات استعمال کرنے سے منع کرنا، رہائش اختیار کرنے سے روکنا، جائیداد کی خرید و فروخت، کرائے پر عمارت لینے یا وراثتی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد سے محروم کرنے یا حق سے اِنکار کرنا بالکل غیر قانُونی ہو گا۔ اُنہیں جِنسی، جِسمانی طور پر گھر یا گھر سے باہر ہراساں کرنا بھی منع ہے۔

چیپٹر نمبر ۴: برائے حکومتی فرائض و ذمہ داریاں:

⑥ حکومت کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وُہ ٹرانس جینڈرز (Transgenders) کی معاشرے اور سماج میں مکمل اور محفوظ شمولیت کو مُمکن بنائے۔ اِن کے لیے ری ہیب سینٹرز سمیت دیگر پناہ گاہیں بنائے، میڈیکل سہولیات مُہیا کرے، نفسیاتی علاج و مدد سمیت تعلیم بالغاں کا بندوبست کرے۔

⑦ ٹرانس جینڈرز (Transgender) جو جَرائم میں ملوث ہوں اِن کے لیے الگ جیل خانہ جات، حوالہ جات و حوالات بنائے جائیں۔ تمام اِدارے جیسے کہ صحت کا اِدارہ یا دیگر اِداروں میں ٹرانس جینڈر ایشیو کے لیے وقتاً فوقتاً آگاہی دِی جائے۔ اِنھیں ووکیشنل ٹریننگ (Vocational training) دِی جائے تاکہ یہ اپنی روزی روٹی کا اِنتظام کر سکیں۔ اِنھیں آسان قرضے یا امداد دے کر چھوٹے کاروبار کرنے پر تیار کیا جائے۔ اِن تمام معاملات کو مکمل کرنا ہی اِس ایکٹ کا مقصد ہے۔

چیپٹر نمبر ۵: ٹرانس جینڈرز کے حقوق کا تحفظ:

⑧ وراثتی جائیداد یا وراثت سے بے دخل نہیں کِیا جا سکتا یا امتیازی سلوک نہیں روا رکھا جا سکتا۔ جو شناخت یہ اپنے آئی ڈی کارڈ پر درج کروائیں گے اُس کے مُطابق وراثتی حق ملے گا۔ بطور مَرد اندراج والے کو مَرد کا اور بطور عورت اندراج کو بطور عورت وراثتی حق ملے گا۔

جو اپنی مردانہ یا زنانہ شناخت بارے ابہام کا شکار ہیں اُن پر درج ذیل اطلاق ہو گا۔

اٹھارہ سال کی عمر ہونے پر جِن کا اندراج بطور مَرد ہے / ہو گا اُنھیں بطور مَرد جب کہ بطور عورت اندراج ہونے پر بطور عورت وراثتی حق مِلے گا / دِیا جائے گا لیکن پھر بھی اگر کِسی کو صنفی ابہام ہو گا تو دو الگ الگ اشخاص یعنی مرد اور عورت کے وراثتی حقوق کا اوسط / ایوریج حِصہ دِیا جائے گا۔ اٹھارہ سال سے کم عُمر یعنی نابالغ ہونے کی صُورت میں میڈیکل آفیسر کی رائے کے مُطابق طے ہو گا۔

⑨ حقِ تعلیم

اگر کوئی ٹرانس جینڈر کسی سرکاری یا پرائیویٹ تعلیمی اِدارے کی باقی شرائط پر پُورا اُترتا ہے تو اُس کو تعلیم کے حق سے محروم نہیں رکھا جا سکتا یا امتیازی سلوک نہیں کِیا جا سکتا۔ اُنھیں تفریحی سہولیات یا کھیلوں میں شمولیت سے منع نہیں کِیا جا سکتا۔

حکومت اِسلامی جمہوریہ پاکستان کے اُنّیس سو تہتر کے آئین کے آرٹیکل پچیس اے کے مُطابق ٹرانس

جینڈرز کو لازمی اور فری تعلیم کی ضمانت دینے اور سہولیات مُہیا کرنے کے اقدامات کرے گی۔
جِنسی و صنفی امتیاز پر مبنی رویے غیر قانونی ہوں گے۔ اُنہیں اِس بنیاد پر تعلیمی اِداروں میں داخلہ دینے سے منع کرنا، روکنا یا کسی ٹریننگ پروگرام میں حِصہ لینے سے روکنا یا کسی سہولت کو استعمال کرنے سے روکنا غیر قانونی ہو گا۔

(۱۰) نوکری کا حق

اِسلامی جمہوریہ پاکستان کے اُنّیس سو تہتر کے آئین کا آرٹیکل اٹھارہ جو اِن کے لیے جائز ذریعہ آمدنی، کاروبار یا نوکری کی ضمانت دیتا ہے اُس کا اطلاق کروایا جائے۔ کوئی بھی اِدارہ، محکمہ یا تنظیم نوکری، ترقی، تقرری، تبادلے یا متعلقہ معاملات میں امتیازی سلوک نہیں کر سکتا۔ جِنسی یا صنفی بنیادوں پر امتیازی سلوک غیر قانونی ہو گا۔ اِس بنیاد پر نوکری دینے یا پیشکش کرنے، اُن کی کِسی جگہ آمدورفت یا پیش رفت، ترقی، ٹریننگ یا ایسے ہی فوائد کے حصول سے روکنا یا محدود کرنا غیر قانونی ہو گا۔ امتیازی سلوک برائے برخاستگی وغیرہ بھی غیر قانُونی ہے / ہو گا۔

(۱۱) ووٹنگ کا حق

کسی ٹرانس جینڈر (Transgender) کو ووٹ کے حق سے محروم نہیں کِیا جا سکتا وہ بمطابق اپنے شناختی کارڈ ووٹ ڈال سکتا ہے۔

(۱۲) رائیٹ ٹُو ہولڈ پبلک آفس (Right to hold public office)

عوامی عہدے کے لیے اگر کوئی الیکشن میں حِصہ لینا چاہے تو اُسے نہیں روکا جا سکتا۔

(۱۳) صحت کا حق

حکومت کو چاہیے کہ وہ میڈیکل نصاب کا دوبارہ جائزہ لے، جو ریسرچ ڈاکٹرز اور نرسنگ سٹاف کو ٹرانس جینڈرز کی صحت کے مسائل بارے ہے اُس کو مزید بہتر کیا جائے۔ اِن کو ہسپتالوں اور دیگر صحت کے مراکز پر سہولیات فراہم کی جائیں۔ اِن کو جِسمانی و نفسیاتی عِلاج، معالجے یا مدد کی فراہمی کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ جِنس کے تعین یا correction میں مدد دِی جائے۔

(۱۴) اکٹھے ہونے کا حق

بمطابق اُنّیس سو تہتر کے آئین کے آرٹیکل نمبر سولہ کے تحت دِیا جائے۔ حفاظت کا معقول بندوبست کِیا

جائے۔ امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔

⑮ پبلک پلیسز (Public places) میں داخلے کی سہولت

اِس کے مُطابق ٹرانس جینڈرز کو پبلک پلیس (Public places) میں داخلے، سہولیات کے استعمال سے جِنسی یا صنفی وجوہات پر روکا نہیں جا سکتا، امتیازی سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اِن کو روکنا یا امتیازی سلوک آئین کے آرٹیکل چھبیس (۲۶) کی خِلاف ورزی ہو گا۔

⑯ جائیداد کا حق

جائیداد کی خرید و فروخت، لیزنگ (Leasing) یا کرائے پر حصول سے بوجوہ جِنس / صنف روکا نہیں جاسکتا۔ یہ غیر قانونی ہے۔

⑰ بنیادی حقوق کی ضمانت

آئین میں دیے گئے تمام بُنیادی حقوق کی ضمانت دِی جائے۔ یہ حکومتی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی قِسم کے امتیازی سلوک سے روک تھام اور بچنے کے اقدامات کرے۔

⑱ جَرائم اور سزائیں

جو بھی ٹرانس جینڈرز (Transgenders) کو بھیک مانگنے پر رکھتا ہے یا مجبور کرے گا اُس کو چھ ماہ تک کی جیل کی سزا یا پچاس ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

چیپٹر نمبر ۶:

⑲ اینفورسمینٹ میکنزم (Enforcement Mechanism)

آئینِ پاکستان، تعزیراتِ پاکستان اور ضابطہ فوجداری میں درج و دستیاب "remedies" کے ساتھ ساتھ متاثرہ ٹرانس جینڈر کو اگر کسی جگہ اُن حقوق سے محروم رکھا گیا یا جائے گا جو اُنہیں آئین دیتا ہے تو اُسے وفاقی محتسب، نیشنل کمیشن فار سٹیٹس آف ویمن یا نیشنل کمیشن آف ہیومن رائٹس کو درخواست دینے کا حق حاصل ہو گا۔

چیپٹر نمبر ۷:۔ متفرق:

⑳ Act having over-riding effect to any other law

اِس ایکٹ میں موجود پروِژنز پہلے سے موجود قوانین سے متصادم ہونے کی صورت میں اُن پر بالا تصور

ہوں گی یعنی اِن کی روشنی میں مزید معاملات برائے ٹرانس جینڈر دیکھے جائیں گے۔

(۲۱) حکومتی اختیار میں یہ شامل ہے وہ رولز (Rules) بنائے، نوٹیفکیشن (Notification) جاری کرے یا اِس ایکٹ کے عمل درآمد کے لیے قوانین بنائے۔

(۲۲) حکومت کے پاس اختیار اور طاقت ہے کہ اگر اِس کے عمل درآمد میں کوئی مسائل یا مشکلات ہیں تو ایسے احکامات جاری کرے یا سرکاری گزٹ میں پبلش کرے۔ مسائل کو سامنے لا کر انہیں حل کرے تا کہ جلد از جلد رکاوٹ یا مشکل کو دُور کیا جاسکے۔ یہ سب دو سال کے اندر کیا جائے گا۔

(۲۳) Statement of Objects and Reasons

ٹرانس جینڈرز کی کمیونٹی کو سماجی بے دخلی اور امتیازی سلوک کے مسائل ہیں۔ تعلیمی سہولیات کی کم یابی، بے روزگاری، صحت کی سہولیات کی کمی اور اِسی طرح کے متعدد مسائل دَرپیش ہیں۔ سپریم کورٹ آف پاکستان نے دوہزار نو میں ایک رولنگ (Rulling) پاس کی تھی کہ خواجہ سراؤں کو اُن کے بُنیادی حقوق سے کوئی قانون محروم نہیں رکھ سکتا۔ پاکستان کے آئین کے آرٹیکل چھبیس اور ستائیس کی شِق نمبر ایک کے تحت تمام شہری قانون کی نظر میں مساوی ہیں۔ آرٹیکل اُنّیس آزادی رائے کی آزادی ہر شہری کو دیتا ہے لیکن پھر بھی ٹرانس جینڈرز کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور مظالم ڈھائے جاتے ہیں۔

ٹرانس جینڈر پرسنز پروٹیکشن (Transgender Persons Protection) (پروٹیکشن آف رائیٹس) (Protection of Rights) بِل، دوہزار سترہ: ٹرانس جینڈر کو ڈیفائین کرتا ہے امتیازی سلوک سے روکتا ہے، اُسے شناخت کا حق / حقوق دیتا ہے، جو وہ خود کو کہتا یا مانتا ہے اُسے وہی شناخت دینے کی ضمانت دیتا ہے۔

کوئی اِدارہ اُسے نوکری، ترقی، تعلیم یا دیگر معاملات میں امتیازی سلوک کا نِشانہ نہ بنائے۔

حکومت کو چاہیے کہ وُہ اِن کی فلاح کے لیے اقدامات کرے۔

یہ بِل مندرجہ بالا گُزارشات کے حصول کے لیے ہے۔

پیش کردہ:

سینیٹر روبینہ خالد، سینیٹر روبینہ عِرفان، سینیٹر ثمینہ سعید، سینیٹر کلثوم پروین، سینیٹر کریم احمد خواجہ

پاکستان میں قانون سازوں کی ترجیحات

وطن عزیز کے ذمہ داران اس سے محبت کے دعوے تو بہت کرتے ہیں، لیکن قانون سازی میں ان ترجیحات کا تعین حیران کر دیتا ہے۔ آج کل ٹرانس جینڈر (Transgender) اور اس سے متعلق ایک ملکی قانون زیر بحث ہے، یعنی قوم کے ووٹ پر بننے والے قومی اسمبلی کے تین سو سے زیادہ ممبران نے اکٹھے ہو کر قوم کا وقت اور پیسہ ایک ایسے قانون کی تیاری پر صرف کیا جو پاکستانی قوم کا مسئلہ ہی نہ تھا۔ اگر ہم اپنے ارد گرد کے ہمسایہ ممالک اور قوموں کو دیکھیں تو جی ڈی پی، بر آمدات، شرح خواندگی اور ملکی انتظام و انصرام میں وہ ہم سے کہیں آگے نکل گئے ہیں، حتیٰ کہ انڈیا، چین اور اسرائیل جو تقریباً پاکستان کے ساتھ ساتھ آزاد ہوئے تھے، بلکہ بنگلہ دیش جسے ہمارے ذمہ داران نے جان چھڑانے کے لیے الگ کیا تھا سب ہم سے بہت آگے ہیں، بلکہ افغانستان جو مسلسل عالمی طاقتوں کی یورشوں کی آماج گاہ رہا ہے، ضروریات زندگی کی قیمتوں میں پاکستان سے بہتر مقام پر کھڑا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وطن عزیز کی باگ دوڑ سنبھالنے والوں نے ہمیشہ قومی مفاد کی بجائے ذاتی یا غیر بلکہ بعض دفعہ دشمن ممالک کے مفاد کے لیے بھی کام کیا ہے۔

پاکستان ایک ایسے ملک کے طور پر جانا جاتا ہے جہاں عورت ابھی تک پسماندہ ترین طبقوں میں شامل ہوتی ہے۔ Dender Discrimination and Equality پر کام نہ ہونے کے برابر ہے، جب کہ ہمارا دستور اسلامی ہے جو عورت کو برابر کے حقوق دیتا ہے بلکہ بعض معاملات میں مرد پر سبقت دیتا ہے۔

ملک کے ذمہ داران سے سوال ہے کیا درج ذیل مسائل کا حل ہم نے ڈھونڈ لیا ہے کہ اس جدید مسئلے پر قانون سازی کر رہے ہیں؟:

- ونی، کاری اور غیرت کے نام پر عورتوں اور لڑکیوں کا قتل
- گھریلو تشدد، شوہروں اور سسرال والوں کے ہاتھوں عورتوں کی موت اور جلا دینے کے واقعات
- وراثت میں عورت کو حصہ دینے کے بارے میں جو قانون ہے اس کے عملی نفاذ کی کوشش
- خواندگی کی شرمناک حد تک گرتی ہوئی شرح اور بیٹی کے لیے تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنا
- حمل اور زچگی کے دوران خواتین کی قابل علاج وجوہات کی بنا پر کثرت اموات، نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات، ان کے لیے رائے عامہ میں شعور پیدا کرنا اور ایسی نرسریاں بنانا جہاں نوزائیدہ بچوں کا اچھے طریقے سے علاج ہو سکے۔

- بجلی، پانی اور گیس کی فراہمی
- عوام کے لیے سستی روٹی

ان سب کو چھوڑ کر ایک ایسے مسئلے پر قانون بنانا جو ابھی مغرب میں بھی نیا ہے کچھ قابل فہم نہیں ہے۔ اس سے دو ہی باتیں سمجھ میں آتی ہیں، دولت اور اخلاقی انحطاط۔

میڈیا میں اس چیز کا آغاز اس وقت کھٹکا تھا جب ایک پروگرام 'بیگم نوازش علی' کے نام سے دکھایا گیا تھا، جس میں ایک مرد عورت کے روپ میں اس پروگرام کو کنڈکٹ کرتا تھا۔

یہ غیر فطری رویہ ہر انسانی معاشرے میں موجود رہا ہے، لیکن اس کو آج کے دور میں میڈیا نے شہرت کے بام عروج تک پہنچا دیا ہے۔ جو کوئی چیز عام کر دی جاتی یا ہو جاتی ہے تو اس کے برے یا اچھے پہلو کافی حد تک معاشرے میں جذب ہو جاتے ہیں۔ یہی اس معاملے میں بھی ہوا ہے۔

اسلام نے اپنے اور دوسروں کے عیبوں کو ڈھانپنے کا حکم دیا ہے، اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ برائی عام نہ ہو، جب عام ہو گی تو اس پر سزا اور قانون بھی بنے گا۔ تمام معاشروں میں یہ غیر فطری رویہ کچھ ہی عرصہ قبل نا قابل برداشت تھا۔ جو اسے نا قابل برداشت نہیں سمجھتے تھے، وہ بھی اسے نفسیاتی بیماری کہتے تھے۔ لیکن اب یہ ایک نارمل رویہ سمجھا جانے لگا ہے۔ شادی کا رشتہ دو اصناف کو آپس میں باندھ کر ان پر بہت سی ذمہ داریاں ڈال دیتا ہے تاکہ انسانی معاشرہ احسن طریقے سے چلتا رہے اور غیر ذمہ داری کا مرض انسانی نسل میں نہ بڑھے۔

LGBTQ رویے نے انسانی احساس ذمہ داری پر ایک گہری ضرب لگائی ہے۔ ایک قانونی رشتے کی نفی کر کے، اولاد پیدا نہ کر کے اپنی حدود بلکہ وجود کو بدل کر اور اپنی شناخت کو تبدیل کر کے بھی اکثر اوقات ایسے رویے پائیدار نہیں ہوتے، ایک وقت گزرنے کے بعد ان میں پچھتاوا اور تنزل شامل ہو جاتا ہے۔ جب اولاد قدرتی طریقے کی بجائے دیگر طریقوں سے حاصل کی جاتی ہے تو ایک مکمل اور فطری خاندان وجود نہیں پا سکتا۔ بچے بہت سی چیزیں اپنے والدین سے وراثت میں حاصل کرتے ہیں اور بہت سی چیزیں ماحول سے۔ ایسے جوڑوں کے جو بچے لے پالک ہوں گے، ضروری نہیں کہ وہ بڑے ہو کر اپنے ان والدین کے رول کو قبول کر سکیں، اس بات کے بھی امکانات ہیں کہ اس جوڑے کے ساتھ رہ کر بچوں کے نفسیاتی مسائل شروع ہو جائیں۔

دوسرے طریقے میں اگر بچے سروگیسی (Surrogacy) کے ذریعے پیدا کئے جاتے ہیں تو اس میں بھی والدین میں سے ایک کا Gamete "تولیدی خلیہ" بچے کے اندر نہیں آئے گا اور بچے کا تیسرا والدین میں سے اس کی سروگیٹ ماں ہو گی۔ اب سروگیسی (Surrogacy) ایک کاروبار کی شکل اختیار کر چکی ہے، جس میں ایک خاتون کئی بچوں کی سروگیٹ ماں (Surrogate mother) ہو سکتی ہے۔ اسی طرح سپرم

(Cell)ڈونیشن (Donation) بھی اب ایک کاروبار کی حیثیت حاصل کر چکا ہے، جسے اقوام متحدہ کی تائید حاصل ہے۔ اس صورت میں ایک مرد بے شمار بچوں کا باپ ہو سکتا ہے جن کا تعلق مختلف خاندانوں سے ہو گا۔

ان موضوعات پر ہمارے ہمسایہ ملک کی دو فلمیں ہیں: ایک کا نام ''می می'' ہے اور دوسری کا نام ''وکی ڈونر'' ہے۔ دوسری فلم کو وہاں کا نیشنل ایوارڈ بھی مل چکا ہے اور اقوام متحدہ نے بھی اس کی تحسین کی ہے۔

ان دونوں مسائل کا تعلق یہ ہے کہ ایک صدی بعد ایسا معاشرہ ہو گا جس میں رشتوں کی حرمت پس پشت چلی جائے گی، ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ماں باپ کی اولادیں آپس میں ازدواجی تعلق استوار کر لیں۔ اسی سے ملتے جلتے موضوع پر ایک فلم بھی ہمسایہ ملک میں بنی ہے جس کا نام 'گڈ نیوز' ہے، اس میں دو مردوں کے سپرم غلطی سے مکس ہو جاتے ہیں اور ان کی اپنی بیوی کی کوکھ کی بجائے دوسری عورت کی کوکھ میں رکھے جاتے ہیں۔

ایسے کاموں کا نتیجہ انسانی دماغی الجھاؤ کی صورت میں نکلے گا۔ اس وقت LGBTQ کو جس ذہنی صدمے سے بچانے کے لیے میڈیا کام کر رہا ہے، کچھ سالوں کے بعد پوری نسل انسانی اس ذہنی صدمے کے نتائج بھگت کر خود ذہنی انتشار میں مبتلا ہو سکتی ہے۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی Pedophilia ہے۔ اس کا ذکر آپ نے پڑھا ہو گا جب زینب ریپ کیس کی تحقیق شروع ہوئی تھی۔ ڈارک ویب کے ساتھ بھی اس کا گہرا تعلق تھا۔ LGBTQ کے مطابق تو پھر یہ رویہ بھی قابل تحفظ ہو گا۔ مغرب میں ایسے بہت سے عمر رسیدہ مرد ہیں جو اس میں شامل ہیں۔ اس سلسلے میں ''Lolita'' ناول آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ یہ ناول Vladimir Nabokov نے لکھا ہے۔

سعودی عرب میں کچھ ہی دن پہلے ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ وزارت کی طرف سے قوس قزح کے حامل رنگوں والے سب کھلونے مملکت میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں، کیونکہ یہ ٹرانس جینڈر اور ان رویوں کی نمائندگی کرتے ہیں جو ہمارے دین کی روح اور عقیدے کے خلاف ہے۔

چند دن پہلے قطر کے نمائندہ سے فیفا فٹ بال کے استقبال کے لیے ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے ایک سوال کیا گیا کہ کیا آپ ٹرانس جینڈرز (Transgenders) کو اپنے ملک میں ہونے والے اتنے بڑے ایونٹ میں خوش آمدید کہیں گے؟ نمائندہ نے کہا کہ ہم سب کو خوش آمدید کہتے ہیں لیکن آنے والوں کو بھی ہماری اقدار کا خیال رکھنا ہو گا۔

پاکستان میں اس کے لیے قانون سازی کی سمجھ نہیں آ سکی۔ ایک وجہ فنڈنگ ہو سکتی ہے، اور دوسری وجہ طبقہ اشرافیہ کے لیے آزادانہ تعلقات ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں ان کے پکڑے جانے کے امکانات کم سے کم ہو جائیں گے، اگرچہ اس طبقے کے افراد کی ایک تعداد پہلے ہی ان سدومی برائیوں میں ملوث ہے۔

ڈاکٹر صائمہ اسماء

کیا تیسری جنس حقیقت ہے؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ہم نے تمہاری جنس میں باہم جوڑے بنا دیے تاکہ تمہاری نسل زمین میں پھیلے۔" [الشوریٰ] اور اس جوڑے بنانے کو کئی جگہ اپنی نشانی کے طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ اس کے ذریعے خدا نے انسان اور دیگر مخلوقات کی زمین میں بقا کا بندوبست کیا ہے۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے تو اسے اس تعلق کے لیے نکاح کا پابند کیا ہے تاکہ نئے آنے والے انسان کو محفوظ اور محبت بھرے ماحول کی ضمانت ملے۔ قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ خدا نے دو اصناف نر اور مادہ بنائی ہیں [اللیل]۔ یہ بھی بتایا کہ لڑکے اور لڑکی میں فرق ہے [آل عمران]۔ سوال یہ ہے کہ پھر تیسری جنس کہاں سے آئی؟ اس کو سمجھنے کے لیے طبی، معاشرتی، اور نفسیاتی تینوں پہلوؤں کو الگ الگ کرنا ضروری ہے۔ یہ انسان جنہیں تیسری جنس، خنثیٰ، خواجہ سرا، ہیجڑا یا ایسے ہی دیگر ناموں سے پکارا جاتا ہے تاریخ میں ہر معاشرت اور ہر خطے میں موجود رہے ہیں، بے شک ان کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم رہی ہو۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں یہ نماز پڑھتے، جہاد اور دیگر امورِ خیر میں شریک ہوتے تھے، جب معاشرت کے احکامات آچکے، محرم نامحرم کی تہذیب انسانیت کو مل گئی، تب یہ اندرون خانہ آتے جاتے تھے یہاں تک کہ اِدھر کی باتیں اُدھر کرنے پر انہیں عورتوں میں بے روک ٹوک آنے سے منع فرما دیا گیا۔ اس کے سوا شریعت ان کے انسانی حقوق، معاشرے میں کردار کے لیے کوئی فرق روا نہیں رکھتی، یہ کسی بھی انسان کی طرح مکمل، باصلاحیت، ذمہ دار اور خدا کو جواب دہ ہیں۔ یہ اسی طرح ہیں جیسے پیدائشی طور پر ماں کے پیٹ میں جنین کے بعض اعضا نارمل طریقے سے نشو نما نہیں پاتے اور پیدا ہونے والے بچے کو یا تو اس نقص کے ساتھ جینا پڑتا ہے یا پھر علاج ممکن ہو تو کروا لیا جاتا ہے۔ مگر چونکہ یہ نقص جنسی بناوٹ یا تولیدی نظام سے متعلق ہوتا ہے اس لیے ایسے انسان کو خوامخواہ تیسری جنس سے موسوم کر دیا جاتا ہے۔ پرانے زمانوں میں بہت سے پیدائشی نقائص کا علاج نہیں ہوتا تھا جو اب میڈیکل سائنس کی ترقی سے سرجری اور علاج سے ٹھیک ہو جاتے ہیں یا نقص کی شدت کم ہو جاتی ہے اور نارمل زندگی کسی حد تک ممکن ہوتی ہے۔ جنسی یا تولیدی نظام کا مسئلہ بھی انہی میں سے ایک ہے۔ میں ڈاکٹر انصر جاوید کا ذکر کرنا چاہوں گی جو اپنے رفاہی ادارے میں ایسے بچوں کا علاج کرتے ہیں اور بے شمار دعائیں لیتے ہیں۔ ایک مقامی چینل پر ان کی گفتگو سنی جس نے بہت سی گتھیوں کو سلجھایا۔ جو بات سمجھ

میں آئی وہ یہ ہے کہ یہ انٹر سیکس (Intersex) یا ہیجڑا پن چار قسم کا ہوتا ہے۔ پہلے وہ جو بطور جنین اپنی شناخت رکھتے تھے خواہ لڑکی یا لڑکا، مگر پیدائش کے وقت تک اپنی جنس کے مطابق ان کے اعضا ٹھیک سے نہ بن سکے۔ یہ افزائش نسل کے قابل نہیں ہوتے اور ان کا معاملہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے دیگر بانجھ مرد وخواتین کا ہے، ان کے لیے اپنی جسمانی ساخت کے مطابق اپنی شناخت اختیار کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ یہ اس طبقے کا محض دو فیصد ہیں۔ دوسرے وہ جو دوہرے نظام کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ ایک خاص عمر کو پہنچ کر ٹیسٹ کے ذریعے پتہ لگایا جاتا ہے کہ ان کا کارآمد نظام کون سا ہے، اسے رکھ کر دوسرے کمزور نظام کو سرجری اور علاج کے ذریعے جسم سے ختم کر دیا جاتا ہے اور وہ ایک متعین جنس کے ساتھ نارمل زندگی گزارتے ہیں۔ تیسری قسم میں اسّی سے نوے فیصد لڑکیاں ہوتی ہیں جو مکمل تولیدی نظام کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں مگر نسوانی حصے کی بناوٹ نامکمل رہ جاتی ہے۔ سرجری کے ذریعے ان کا نقص بھی دور کر کے ان کو شادی اور ماں بننے کے قابل بنا دیا جاتا ہے۔ چوتھی قسم وہ ہے جس میں پیدائش پر ظاہری اعضا واضح نہ ہونے کی وجہ سے ماں اپنا اندازہ لگاتی ہے اور ایک جنس کی شناخت دے کر بچے کو پالتی ہے۔ بلوغت کے قریب پہنچنے پر جسم میں ہارمونز بنتے ہیں اور اصل جنس واضح ہونے لگتی ہے جو ماں کی دی ہوئی شناخت سے مختلف ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں ٹیسٹ کے ذریعے ایکس وائے کروموسومز کا تناسب جانا جاتا ہے، دو یا تین سرجریاں ہوتی ہیں، کچھ عرصہ ٹریٹ منٹ ہوتی ہے، بالآخر اس بچے کی اصل جنس واضح ہو جاتی ہے، وہ بھی اس کے بعد نارمل زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر انصر نے بتایا کہ اب تک ان کے رفاہی ادارے کے تحت ۱۷۰ ایسے افراد سرجری کے بعد واضح جنس کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ ہم اکثر سنتے ہیں کہ لڑکی لڑکا بن گئی ہے، ایسے تمام کیسز میں جنس تبدیل نہیں ہوتی، درست ہوتی یا متعین ہوتی ہے۔ جتنا اس معاملے میں آگاہی پھیلے گی اور علاج کے ادارے موجود ہوں گے جو اس مہنگے علاج کو زکوٰۃ فنڈ سے ممکن بنا رہے ہیں، ایسے افراد صحت مند اور نارمل زندگی گزاریں گے اور معاشرے میں ان کا تناسب مزید کم ہوتا جائے گا۔ اس تفصیل کو جان لینے کے بعد واضح ہوا کہ ہیجڑا ہونا دوسرے پیدائشی نقائص کی طرح ایک نقص ہے اور زیادہ تر صورتوں میں قابل علاج ہے، اور جن کا علاج نہیں ہوتا (جن کی تعداد بہت ہی کم ہے) وہ بھی اپنی ایک صنف متعین کر کے معاشرے کا کارآمد حصہ بن سکتے ہیں۔

تیسری جنس کی اصطلاح بے کار معلوم ہوتی ہے اور فطری سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اس وقت جو ساری دنیا کو ایل جی بی ٹی نام کا 'وختا' ڈال دیا گیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ بیرونی دنیا سے کسی بھی معاملے میں اپنا ڈیٹا بھرتے ہوئے جنس کے خانے میں مرد عورت کے ساتھ کوئی اور ((other یا غیر متعین (unspecified)

کا آپشن کیوں آتا ہے؟ اور ہمارے ہاں کچھ لوگ اس معاملے میں بڑھ چڑھ کر کیوں بول رہے ہیں؟ اس کے لیے ہمیں ایک اور اصطلاح کے بخیے ادھیڑنے ہوں گے اور وہ ہے "ٹرانس جینڈر" یا "مخنث"۔

یہ ٹرانس جینڈر یا خواجہ سرا وہی مخنث حضرات ہیں جو بقول اکبر "نہ بیبیوں میں نہ شیئوں میں"، فرق یہ کہ ہوتے مرد ہیں مگر عورتوں کی سی چال ڈھال اپناتے ہیں، یا عورت ہیں مگر مردانہ پن اختیار کیے ہوئے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ جنسی تعلق کے لیے اپنی ہی صنف کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ کوئی جسمانی کمی نہیں بلکہ یہ امریکی نفسیات دانوں کے نزدیک جینڈر ڈس فوریا (Gender dysphoria) یعنی صنفی شناخت کی خرابی پر مبنی رویہ ہے، ایک ایسی نفسیاتی بیماری جس میں متاثرہ شخص خود کو اپنی پیدائشی جنس کے الٹ جنس میں محسوس کرتا ہے اور اپنی ہی صنف کے افراد میں جنسی کشش محسوس کرتا ہے۔ عموماً تین سے چار سال کی عمر کے بعد دماغ میں کوئی ایسی رطوبت خارج ہوتی ہے جو بچے میں یہ الجھن پیدا کر دیتی ہے کہ اس کی صنف وہ نہیں جس کے ساتھ وہ ہوا ہے بلکہ دوسری ہے۔ ایسے بچے کو کئی طرح کے چیلنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے اندر اپنے ہی جسم کے خلاف ایک جنگ لڑ رہا ہے، اپنے گھر، خاندان، تعلیمی ادارے میں اس کو قبولیت نہیں مل رہی، نہ معاشرے میں، وہ ایسی شدید کشمکش کا شکار ہے جو اسے خودکشی تک لے جاسکتی ہے۔ وہ ہمدردی اور علاج کا مستحق ہے۔ ڈاکٹر انصر جاوید بتاتے ہیں کہ بارہ سال تک کی عمر میں ایسے مریضوں کا علاج بہت آسانی سے ہو جاتا ہے، اس کے بعد یہ مسئلہ سنگین ہو سکتا ہے۔ ٹرانس جینڈر (Transgender) میں سر فہرست یہی جینڈر ڈس فوریا (Gender dysphoria) کے مریض ہیں جن میں ایک قسم وہ ہیں جو ٹھیک ہونا چاہتے ہیں، اس بیماری سے لڑتے ہیں، مسلسل اپنے اس غیر فطری نفسیاتی رجحان کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں اور نارمل زندگی جینا چاہتے ہیں۔ مختلف تھیراپیز موجود ہیں جو ان کی مدد کرتی ہیں اور یہ مرض ٹھیک بھی ہو جاتا ہے۔ امریکی ماہرین نفسیات نے اس کی تشخیص اور علاج پر تفصیلی رہنمائی مہیا کر رکھی ہے۔ اسلام سمیت سب ابراہیمی مذاہب نے ہم جنس پرستی کو غیر فطری قرار دے کر شدت سے ممنوع کر رکھا ہے، تو یہ ممانعت بھی ایسے مریضوں کو صحت یاب ہونے میں مدد کرتی ہے۔

اسلام نے تو اپنی پیدائشی صنف کو 'ٹرانس' (Trans) کرنے کا تصور ہی یہ کہہ کر منع کر دیا ہے کہ وہ مرد جو عورتوں جیسی چال ڈھال اور وہ عورتیں جو مردوں جیسی وضع قطع اختیار کریں اللہ کے ہاں ملعون ہیں [صحیح بخاری]۔ دوسرے وہ ہیں جو اتنی ہمت کرنے کے قائل نہیں یا خود پر کنٹرول نہیں کر سکتے اور اس کشمکش کے آگے ہتھیار ڈال کر خود کو علی الاعلان ظاہر کر دیتے ہیں اور صنفی شناخت کی خرابی کو ہی اپنا طرزِ زندگی بنا لیتے ہیں بلکہ اس کو قابلِ فخر ظاہر کرتے ہیں۔ بعض کیسز میں یہ اپنی پیدائشی صنف سے اس قدر بیزار ہوتے ہیں کہ سرجری

کے ذریعے اسے ختم کرنے اور دوسری صنف بننے پر تل جاتے ہیں نتیجہ یہ کہ بے جنس رہ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بہانے زمانہ قدیم میں بھی اور آج بھی نئے نئے ناموں سے انسانیت گمراہی کے راستے پر چل رہی ہے۔ اس پر ہم آگے بات کریں گے۔

ان کے علاوہ ہمارے ہاں خود ساختہ ٹرانس جینڈر (Transgender) بھی ہیں جو خواجہ سرا ہیں ہی نہیں، نہ جسمانی نہ نفسیاتی، چنگے بھلے مرد ہیں مگر روزگار کی خاطر زنانہ روپ دھار کر گداگری یا ناچ گانے کا پیشہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کی وجہ سے خواجہ سرا کمیونٹی کا حجم خواہ مخواہ بڑا نظر آنے لگتا ہے۔ پھر اس قسم میں وہ نارمل لوگ بھی آتے ہیں جنہیں ان کے ماں باپ اپنی کم علمی یا خواہش کی بنا پر بچپن ہی سے دوسری صنف کی طرح پرورش کرتے ہیں۔ بیٹے کو بیٹیوں کی طرح پالنا اور بیٹی کو بیٹوں کی طرح۔ نوجوانی کی دہلیز پر آکر ایسا بچہ اپنی جسمانی شناخت کے مطابق زندگی کے تقاضے نبھانے سے انکاری ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی conditioning دوسری صنف کے مطابق ہو جاتی ہے۔ یوں والدین اپنے اچھے بھلے نارمل بچے کو نفسیاتی مریض بنا ڈالتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہیجڑا پن کو سنگین معاشرتی مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔

حل یہ ہے کہ ایک تو صنفی نقائص کے ساتھ پیدا ہونے والے بچوں کو ان کے گھروں میں دیگر پیدائشی نقائص والے بچوں کی طرح قبولیت دی جائے، انہیں اس مظلوم کمیونٹی کے نیٹ ورک کا حصہ نہ بننے دیا جائے جہاں وہ سیکس ورکر کے طور پہ کام کرنے پر مجبور ہوں اور ایک اذیت بھری زندگی گزاریں۔ ان کا علاج کرنے والے ادارے اور تنظیمیں قائم کی جائیں، جو ان کی بہبود کے بارے میں معاشرتی آگاہی پھیلائیں۔ وہ تعلیم اور روزگار حاصل کریں اور ایک نارمل زندگی جیئیں۔ پاکستان میں اس کمیونٹی پر کی گئی تحقیق بتاتی ہے کہ ان کے گرو چیلا کے نظام میں اپنے تابع رکھنے کے لیے ہیجڑوں پر بہت ظلم کیا جاتا ہے۔ اگر ان کے علاج اور بحالی کے ادارے فعال ہوں تو انہیں اس مافیا قسم کے نیٹ ورک کا حصہ نہ بننا پڑے۔ اسلام آباد میں ان کے لیے ایک ہیجڑا رانی نے قرآن کی تعلیم اور ہنر سکھانے کے لیے مدرسہ بنایا ہے جو بہت اچھا قدم ہے۔

چوکوں، چوراہوں پر مصنوعی یا اصلی ہیجڑوں کی ٹولیوں کو گداگری سے ہٹا کر کام پر لگایا جائے تاکہ اس طبقے کا مبالغہ آمیز تاثر قائم نہ ہو۔ مناسب قانون سازی بہت اہم ہے تاکہ ان کے جنسی استحصال اور ان پر ظلم و تشدد کا راستہ بند ہو۔ ۲۰۱۱ء میں سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ نادرا میں ہیجڑوں کی شناخت "تیسری جنس" کے طور پر کی جائے نیز ووٹ کا حق، شناختی کارڈ، حکومتی اداروں میں ملازمت کے مواقع دیے جائیں۔ اس کے بعد ۲۰۱۸ء میں اس طبقے کے لیے جو قانون بنایا گیا وہ تحفظ حقوق ٹرانس جینڈر افراد ایکٹ کہلاتا ہے۔ اس میں اچھے نکات ہیں مگر اس قانون پر آگاہی کی بہت ضرورت ہے کیونکہ اس کا ایک اہم بین الاقوامی تناظر ہے۔

پاکستان کا آئین کہتا ہے کہ قرآن و سنت سے متصادم کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی جبکہ یہ ایکٹ تو صریحاً آئین سے بھی متصادم ہے، بلکہ اصولی اور تکنیکی طور پر ٹرانس جینڈر کا نام ہی آئین سے متصادم ہے۔

نون لیگ کی حکومت میں پیپلز پارٹی کے سید نوید قمر نے یہ بل پیش کیا اور سارے ہاؤس نے منظور کیا۔ اس ایکٹ میں ٹرانس جینڈر کی تعریف میں تین اقسام درج ہیں:

۱) انٹر سیکس (Intersex) یا ہیجڑا (جسمانی طور پہ)، ۲) یونک (حادثاتی یا رضاکارانہ نامرد) اور

۳) ٹرانس جینڈر یا خواجہ سرا کوئی بھی ایسا شخص جس کی صنفی شناخت یا صنفی اظہار معاشرتی اقدار اور کلچر کی توقعات کے برعکس ہو، اس بنا پر کہ اس کی پیدائشی صنف کوئی دوسری ہے۔

اب ذرا دوسری اور تیسری قسم پر غور کریں! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ قانون محض ہم جنس پرستی کے حامیوں کی خاطر بنایا گیا ہے ورنہ آئین پاکستان پہلے ہی ہر شہری کو بلا تفریق تمام بنیادی انسانی اور شہری حقوق کی ضمانت دیتا ہے، اور ۲۰۱۱ء کی رولنگ خاص ہیجڑا کمیونٹی کے لیے حقوق کی مزید ضمانت دیتی ہے۔ تعزیرات پاکستان میں ہم جنس پرستی جرم ہے۔ سینیٹر مشتاق خان نے ترمیمی بل پیش کیا کہ جنس کی تبدیلی کے لیے طبی اور نفسیاتی ماہرین کے بورڈ سے سند لینا ضروری ہو، اور جینڈر ڈس فوریا (Gender dysphoria) کے مریض جنس تبدیل نہ کرا سکیں، اس پر شیریں مزاری صاحبہ نے مخالفت کی۔ چار سال ہو گئے، عوام کو تو ابھی تک علم نہیں کہ کوئی ایسا قانون پاس ہوا ہے جس پر نہ صرف خود پاکستان کے نام نہاد 'لبرل' طبقے حیران ہوئے کیونکہ یہ ان کی توقعات سے بھی بڑھ کر 'پروگریسو' تھا بلکہ بین الاقوامی میڈیا نے بھی اس کو ایک "قدامت پسند" معاشرے کے لیے حیران کن اور تاریخی قرار دیا۔ ایمنسٹی (Amnesty) نے یہ کہہ کر بغلیں بجائیں کہ پاکستان ایشیا کا پہلا اور دنیا کے چند ممالک میں سے ہے جس نے خود ساختہ صنفی پہچان کو قانونی طور پہ تسلیم کر لیا ہے۔ یہ ہے وہ رویہ جو ابھی مغربی ممالک کے باشندوں کو بھی ہضم نہیں ہو رہا اور کئی ادارے اور تنظیمیں اپنے طور پہ بے چینی کا اظہار کرتے رہتے ہیں، اس کا بیج پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک میں لگانے کی سر توڑ کوششیں جاری ہیں۔ انٹر نیشنل کمیشن آف جیورسٹس نے پاکستان میں اس ایکٹ کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ بین الاقوامی قانون کی پابندی کے لیے بنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو کوئی مجبوری نہیں تھی، یہ محض ایل جی بی ٹی (LGBT) پلس ہم جنس پرستی کی عالمی تحریک کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے بنایا گیا ہے۔ اہل مغرب میڈیکل سائنس کی تمام تر ترقی کے باوجود جینڈر ڈس فوریا (Gender dysphoria) کے مریضوں کے بہانے اس انتہا کو پہنچے۔ پہلے پیدائشی ابنارمل قسم کو نفسیاتی قسم کے ساتھ ملا کر ایک کلب بنا دیا اور پھر ان کے جنسی حقوق کی تحریک چلا دی۔ الہامی مذاہب کے اثرات کی بنا پر جدید دنیا میں بیسویں صدی کے آغاز تک ہم جنس پرستی کو

ایک معاشرتی برائی سمجھا جاتا تھا اور یہ ایک قابلِ سزا جرم تھا۔ ۱۸۹۵ء میں مشہور ڈرامہ نگار آسکر وائلڈ کے مقدمے نے یورپ اور امریکہ میں بے حد شہرت پائی تھی۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ پہلے اس کے لیے معاشرے میں قبولیت پیدا کی گئی، پھر ایک طویل جدوجہد کے بعد اس کو جرم قرار دینے والے قوانین سے چھٹکارا حاصل کیا گیا۔ امریکہ میں یہ سلسلہ ۲۰۰۳ء تک مکمل ہوا۔ اس کے باوجود ایسے لوگوں کو اسّی کی دہائی کے آغاز تک جسمانی یا نفسیاتی مریض کے زمرے میں رکھا جاتا تھا بلکہ امریکی نفسیات دانوں کے نزدیک یہ آج بھی صنفی شناخت کی خرابی پر مبنی رویہ ہے۔ پھر اسّی کی دہائی میں برطانیہ اور امریکہ میں ان پر ٹی وی soaps چلانے کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد شور مچنے کے باوجود اس سلسلے نے رکنے کا نام نہیں لیا یہاں تک کہ میڈیا کی برکات سے یہ مغرب میں نہ صرف لائف سٹائل بن گیا، بلکہ اس طرزِ زندگی کی حمایت کرنا آپ کے موڈرن اور روشن خیال ہونے کی علامت ٹھہرا۔ اب جب اپنی ہی جنس سے تعلق کو قانونی بنا دیا گیا تو پھر جینڈر ڈس فوریا (Gender dysphoria) ہی کے مریض کیوں، سب کو اس سے موقع دستیاب ہونے لگا۔ چنانچہ اس قبیح عمل کی خاطر ٹرانس جینڈر سے بڑھ کر مزید نام گھڑے گئے جو پچھلے دس برسوں میں دیکھتے ہی دیکھتے دو چار سے کوئی دس بارہ ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے، اس دروازے کو کھلا رکھنے کے لیے ان اقسام کو گنوانے کے بعد other یعنی کوئی اور کا بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے تا کہ یہ بھی تشنہ نہ رہ جائیں۔ پھر فطری طور پہ اگلا قدم خاندان کی نئی تعریف تھا۔ سروے میں آدھے امریکیوں نے یک صنفی "شادی" کو قانونی حیثیت دینے کی حمایت کی جبکہ مخالفت کرنے والوں کی اکثریت اسے مذہبی اور اخلاقی بنیادوں پر غلط اور خاندانی نظام کی جڑیں کاٹنے کے مترادف سمجھتی تھی۔ بہر حال امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا کے تقریباً تمام ملکوں میں یک صنفی شادی کو قانونی حیثیت دے دی گئی البتہ جاپان کے وزیر اعظم ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں، جس پر انہیں قدامت پرستی کا طعنہ ملتا ہے۔ قوانین بن گئے، کلچر ڈھال دیا گیا، ہر جگہ صنف کی ورائٹی کا اندراج کر دیا گیا، جینڈر دو نہیں بلکہ پورا سپیکٹرم ہو گیا یعنی قوسِ قزح اور علامت بھی قوسِ قزح مقرر ہو گئی۔ دو پھیلے ہوئے پر آزادی بلکہ آزاد روی کی علامت کے طور پہ ساتھ شامل ہو گئے۔ Heteronormativity اور ہوموفوبک (Homophobic) جیسے الفاظ کا طعنہ بنا کر دنیا بھر کو ان مٹھی بھر افراد کی خاطر مجرم ڈکلیئر کر دیا گیا۔ ہم جنس پرستی کو ایک نارمل بلکہ پسندیدہ عمل سمجھنے کے اس رجحان نے جدید مغربی معاشرے کو تمام تر جدت پسندی کے باوجود قدیم عذاب یافتہ قوموں سے جوڑ دیا ہے۔ انسانی حقوق کے نام پر بننے والا معاشرہ انسانی ہوس کے ہاتھوں کس قدر قعرِ مذلت میں گر سکتا ہے یہ اس کی بدترین مثال ہے اور اس آیت کی جیتی جاگتی تفسیر کہ "ہم نے ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے"۔ انسانی عقل کتنی بھی ترقی کر لے، الہامی ہدایت کی کمی پوری نہیں کر سکتی۔

شجاع الدین

ٹرانس جینڈر ازم پر ایک نظر

بات چیت یا تحریر میں جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں ان کے مطالب کو سمجھنے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ اہم گفتگو یا تحریر بھی سامع اور قاری کے لیے بے اثر رہتی ہے۔ الفاظ مطالب و مفاہیم کے محتاج ہوتے ہیں ان کے بغیر کسی لفظ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس تحریر میں موجود چند اہم اصطلاحات اور الفاظ (جن کا زیر بحث مسئلے سے خاص تعلق ہے) کا مطلب ذہن میں ہو گا تو مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

خنثیٰ (Hermaphrodite) ایسا فرد جس میں پیدائشی طور پر مرد و عورت دونوں کے تناسلی آلات ہوں۔

مخنث(Effiminate): مرد جو گفتگو یا چال یا دیگر حرکتوں میں عورتوں کی مشابہت کرے۔

مترجلہ (Butch) : مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت۔

خصی(Eunuch): مرد جس کے خصیے نکال دیے گئے ہوں۔

خواجہ سرا(Title for a slave eunuch): خصی غلام کے لیے اعزازی لقب۔

ہیجڑا: پیدائشی مرد جو عورتوں کا لباس پہننے کے ساتھ گفتگو، چال اور حرکتوں میں عورتوں کی نقل کرے[بعض ان صفات کے ساتھ خصی بھی ہوتے ہیں]۔

فرج(Vagina): عورت کی شرم گاہ جہاں سے پیشاب جاری ہوتا ہے۔

ذکر (phallus): مرد کا عضو تناسل جہاں سے پیشاب جاری ہوتا ہے۔

”ٹرانس جینڈر Transgender“ کا مطلب

Transgenderism کے سارے فلسفے کی بنیاد دو چیزوں پر ہے (۱) الفاظ کے مفہوم کو بدلنا اور معاشرے میں غلط مفہوم کو رائج کرنا؛ بھلے وہ مفہوم مذہب، سائنس، لغت یا عقل کے خلاف ہو۔(۲) بعض گمراہ Sociologists (ماہرین عمرانیات) کے گمراہ کن نظریات (Theories) کو دلیل بنانا۔

یہ بات مشہور ہے کہ ٹرانس جینڈر(Transgendar) کی اصطلاح Virginia prince(سابق Amold Lowman) نے وضع کی۔ Virginia نے Transvestia (دوماہی رسالہ جو اس کی

ملکیت اور زیر ادارت جنوری ۱۹۶۰ء میں Los Angeles سے جاری ہوا تھا، اس میں دسمبر ۱۹۶۹ء کے شمارے میں پہلی دفعہ لفظ Transgenderal استعمال کیا جب کہ john F. oliven نے لفظ Transgenderism اپنی کتاب ''Sexual Hygiene and Pathology' (طبع دوم ۱۹۶۵ء) میں استعمال کیا تھا۔ یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی، طبع اول میں یہ لفظ موجود نہیں تھا البتہ طبع دوم (صفحہ ۵۱۴) میں یہ لفظ استعمال ہوا۔ یہ بات واضح ہے کہ اس اصطلاح کا موجد John F. Oliven ہے۔

"ٹرانس جینڈر Transgender '' دراصل علم طب کی اصطلاح تھی۔ شروع میں یہ اصطلاح بعض کے نزدیک جنس باز تفویض (Sex reassingment) سے خاص تھی، وقت گزرنے کے ساتھ اس میں وسعت ہوتی گئی اور ایک وقت آیا کہ اس نے معاشرتی شکل بھی اختیار کرلی، اس کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ اس اصطلاح کے فلسفے میں یہ چیز شامل ہوگئی کہ بغیر Surgery (جراحت) Gender (جنس) میں تبدیلی بھی ہوسکتی ہے، یعنی کوئی مرد ہے تو وہ بس عورتوں کا حلیہ اختیار کرلے یا عورت ہے تو وہ مردوں کا روپ دھار لے۔ Transgenderism کو فروغ دینے والوں نے قول و عمل سے اس اصطلاح میں اضافوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ تقریباً ۱۹۹۰ء سے اس اصطلاح نے Umbrella term (وسیع تر اصطلاح) کی شکل اختیار کی ہوئی ہے۔ اب یہ Medical boundaries (حدود طب) سے نکل کر سیاسی لباس میں دکھائی دے رہی ہے۔

Transgenderism کو فروغ دینے والے مختلف معاشروں میں اس اصطلاح کو ایک خاص شکل میں داخل کرتے ہیں، جب اس اصطلاح کو کسی معاشرے میں جگہ مل جاتی ہے پھر اس اصطلاح کے مفہوم کو حسب ضرورت بڑھاتے رہتے ہیں۔ سیکولر ریاستوں میں مذہب کو سیاست اور سماج میں سے سرکاری سطح پر بے دخل کردیا جاتا ہے اور عوام کو ذاتی طور پر کسی بھی مذہب پر عمل کرنے یا لامذہب رہنے کا مکمل اختیار ہوتا ہے، ایسی ریاستوں میں Transgenderism کو ذرا سی جگہ ملنے پر بہت آسانی سے پھیلنے کا موقع ملتا ہے اور آزادی اظہارِ رائے سے اسے خوب فائدہ پہنچتا ہے۔ غیر سیکولر ریاستوں میں اسے اور شکل دے کر داخل کیا جاتا ہے۔ سیاسی ایوانوں کے ذریعے اس کو فروغ دینے والے کبھی لحاف میں لپیٹ کر تو کبھی الگ لباس پہنا کر اس کی جگہ معاشرے میں بناتے ہیں۔

جب اس اصطلاح کو طب سے خاص رکھا جاتا ہے تو اس کا دائرہ بھی محدود ہوتا ہے لیکن جیسے ہی اس نے

Sociology(عمرانیات) کے اصولوں کے سہارے ظاہر ہونا ہے تو اس کے مفہوم میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور جب یہ سیاسی لبادہ بھی اوڑھ لے تو اس میں مزید اضافے ہو جانے کے بعد اس کی کوئی متفقہ تعریف بھی نہیں رہتی؛ یعنی ایک معاشرے میں اس کا مطلب کچھ ہو گا تو دوسرے معاشرے میں اس کے معنی اور ہوں گے۔ اسی لیے آئی سی جے(International commission of jurists) کے مطابق: "بین الاقوامی معیارات میں ٹرانس جینڈر فرد کی کوئی ایک (متفقہ) تعریف نہیں"

(Pakistan Transgender persons (Protection of rights) Act, 2018.P:7)

ہمارے ملک میں اس وقت Transgenderism کو سرکاری ایوانوں سے اس طرح قوم کے سامنے پیش کیا گیا کہ سننے والا کہے کہ یہ ایک مظلوم طبقے کو حقوق دینے کی آواز ہے جو معاشرے میں افراد کے برے سلوک کی وجہ سے سخت اذیت میں مبتلا ہے۔ اس تحریر میں اس طبقے کی حقیقت اور Transgenderism کے اصولوں کا جائزہ لیتے ہوئے موضوع سے متعلق مسائل کا حل پیش کیا جائے گا۔

وسیع تر اصطلاحات(Umbrella terms) میں ایک سے زائد چیزیں داخل و مخاطب ہو جاتی ہیں، اس لیے سلسلہ کلام واضح اور متعین ہونا ضروری ہے ورنہ ایسی کسی بھی اصطلاح پر گفتگو یا تحریر کا کبھی کلی تو کبھی جزوی لحاظ سے بے نتیجہ رہنے کا قوی امکان ہوتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ پہلے اس کے مفہوم کو سمجھا جائے۔

اس بحث میں "ٹرانس Trans" کا مطلب Across/ Beyond یعنی "پار" ہے۔ یہ لفظ اپنے استعمال کے لیے ایک حد کا محتاج ہے، جب حد سے چیز باہر نکل جائے تو اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہم عام طور پر کہتے ہیں فلاں حد پار کر گیا۔ یہاں حد کوئی بھی چیز مثلاً سرحد، دریا، سڑک وغیرہ ہو سکتی ہے۔

"جینڈر Gender" کا اطلاق مرد (مذکر) Male یا عورت (مؤنث) Female یا (خنثیٰ) Hermaphrodite میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے۔

"ٹرانس جینڈر Transgender" کی ضد Cisgender(یک طرفہ جنس) ہے لیکن اس پر بعض حلقوں کی جانب سے کافی تنقید بھی ہوئی، قطع نظر ان تنقیدی مباحث سے Transgender کی ضد Non transgender(غیر ٹرانس جینڈر) بھی ہے۔

معنوی طور پر Transgender کی تعریف یوں ہے: جس کی جنسی پہچان (Gender indentity) بوقت پیدائش تفویض شدہ جنس(Gender /Sex assigned at birth) کے

مطابق نہ ہو؛یعنی ولادت کے وقت جنس (مذکر یا مؤنث) متعین ہو جانے کے بعد عمر کے کسی حصے میں فرد کو احساس ہو کہ اس کی حالیہ جنسی کیفیت پیدائش کے وقت تفویض شدہ جنس کے برعکس ہے اور اس خیال کو وہ ظاہر کرے تو ایسے فرد کو ''ٹرانس جینڈر Transgender '' کہتے ہیں۔

وسیع تر اصطلاح میں اس کا اطلاق کس کس فرد پر ہوتا ہے اس کو سمجھنے کے لیے مذکورہ بالا تعریف میں ان افراد کا اضافہ ہوتا ہے:(۱) خنثیٰ (۲) خصی (۳)''ٹرانس جینڈر وومن Transgender woman'' [پیدائشی مرد جو خود کو عورتوں کی جنس میں داخل کر لے](۴)''ٹرانس جینڈر مین Transgender man''[پیدائشی عورت جو خود کو مردوں کی جنس میں داخل کر لے](۵)خواجہ سرا(۶)ہر وہ فرد جس کی جنسی شناخت اور اپنی جنس کے اظہار کا طریقہ (یا ان دونوں میں سے کوئی ایک) ان معاشرتی معمولات اور ثقافتی توقعات کے خلاف ہوں جن کی اصل فرد کی پیدائش کے وقت تفویض شدہ جنس پر ہوتی ہے۔''

[ٹرانس جینڈر ایکٹ۲۰۱۸ء]

اس ایکٹ میں ''خنثیٰ'' کے لیے'' Intersex خصی'' کے لیے Eunuch اور''خواجہ سرا''کا انگریزی ترجمہ کرنے کے بجائے Khawaja Sira لکھا ہے۔یہ ایکٹ دراصل ٹرانس جینڈروں کے لیے ہے لیکن عوام میں مشہور اس بات کو کیا گیا کہ یہ تو ہیجڑوں کو حقوق دینے کے لیے بنایا گیا ہے جو ہمارے معاشرے کا نہایت مظلوم طبقہ ہے۔لہذا مناسب ہے کہ یہاں اس گروہ پر ایک نظر ڈالی جائے۔

ہیجڑا ار مخنث

عام طور پر ہیجڑا پیدائشی مرد ہوتا ہے جو کسی بھی سبب سے خود کو عورت بتاتا ہے اور اپنی آواز، چال، اٹھنا، بیٹھنا، پہننا وغیرہ سب عورتوں کی طرح کرتا ہے۔اس کا رہن سہن معاشرے کے عام افراد سے مختلف ہوتا ہے۔ عموماً یہ ڈیروں میں رہتے ہیں، وہاں ان کا ایک سرپرست ہوتا ہے جسے ''گرو'' کہتے ہیں۔ ہیجڑے اپنے ''گرو''کو معلم، مرشد، بزرگ مانتے ہیں اس لیے ان کے مطابق گرو ہونا ضروری ہے، گرو اپنے چیلوں کے تمام مسائل کی دیکھ بھال کرتا ہے اور چیلوں سے معاوضہ بھی لیتا ہے۔ایسا ہیجڑا جو کسی کا چیلہ نہ ہو اسے ان کی دنیا میں گمراہ سمجھا جاتا ہے۔ان کا ذریعہ معاش جسم فروشی، بھیک مانگنا، شادی بیاہ اور کسی کی ولادت یا کسی اور خوشی کے موقعے پر ناچنے گانے پر منحصر ہے۔ وہ مرد جو اپنی خواہش سے اس گروہ میں داخل ہوتے ہیں دو میں سے ایک صورت میں رہتے ہیں : (۱) خصی ہو جاتے ہیں (۲) خصی نہیں ہوتے۔

''گیاتری ریڈیGayatri Reddy'' کی کتاب With respect to sex سے بالاختصار چند باتیں نقل کی جاتی ہیں۔

ہیجڑے آپس میں اصلی اور نقلی کا فرق رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق اصلی ہیجڑے وہ ہوتے ہیں جن کے جنسی اعضا بے جان ہوں اور ان میں ذہنی اور جسمانی طور پر ذرا بھی مردوں سے جنسی تعلقات کی خواہش نہیں ہوتی۔ بعض ہیجڑوں کے مطابق ہر ہیجڑے میں مردوں سے جنسی تعلق قائم رکھنے کی تمنا ہوتی ہے ورنہ اسے ہیجڑا ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ ہیجڑے جو اپنے خصیوں اور ذکر کو جراحت سے نکلوا دیتے ہیں وہ مرتبے میں ان ہیجڑوں سے بڑے ہوتے ہیں جو اس عمل سے نہیں گزرتے بلکہ یہ عمل ان کے مطابق اپنے گروہ سے باہر بھی باعث عزت ہوتا ہے تاکہ بغیر ہچکچاہٹ یہ اپنا ہیجڑا ہونا ثابت کر سکیں۔ کسی بھی مذہب کا فرد ان میں شامل ہو سکتا ہے۔

ان کا بچوں کے اغوا میں ملوث ہونا مشہور ہے، یہ بچوں کو اغوا کر کے ان کے جنسی اعضا کو ختم کر دیتے ہیں پھر اپنے گروہ میں شامل کر کے دھندے پر لگاتے ہیں، ایسے واقعات کتب و اخبار میں بہت بار نشر ہوئے ہیں۔ یہاں مذکورہ بالا کتاب سے ایک واقعہ اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔ ایک چودہ سال کے مجبور لڑکے کو ہیجڑوں نے اپنے ساتھ ملایا اور اسے قائل کرنے کے بعد اس کی ناک اور کان کی لوؤں کو چھید دیا لیکن جب انہوں نے اس لڑکے کو کہا کہ اس چیر پھاڑ کے مرحلے سے گزرے جو اسے خصی اور مقطوع الذکر کر دے تو اس بچے نے ایسا کروانے سے بالکل انکار کر دیا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس کاروائی سے وہ ہمیشہ کے لیے اپنی مردانگی کھو دے گا، ہیجڑوں نے سوجی کے حلوے میں نشہ آور شے ملا کر بے ہوش کیا اور اس دوران اس کے تناسلی اعضا کاٹ دیے، اس لڑکے کو جب ہوش آیا تو ارد گرد ہیجڑوں کا ہجوم اور وہ سخت تکلیف میں بھی مبتلا تھا، اس نے جب اپنے ہاتھ کو خاص اعضا کے مقام پر رکھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ ان اعضا سے محروم ہو چکا ہے۔

[صفحہ ۷۹، ۹۴-۹۵، ۱۰۰]

برعظیم پاک و ہند میں برطانوی حکومت کے مطابق یہ گروہ لواطت، بچوں کے اغوا، خصی کرنے اور انسانی خرید و فروخت میں ملوث تھا۔ ان پر کئی مقدمات دائر ہوئے جن میں انہیں سزائیں ملیں۔ یہاں چند مقدمات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ ۱۸۶۰ء میں پانچ افراد کو نو سالہ گبیو نامی بچے کو اغوا اور خصی کرنے کے جرم میں سزا ہوئی۔ اسی سال بوہیما نام کا ہیجڑا دو بچوں کو خصی کر کے فتح پور میں الگ الگ خریداروں کو فروخت کرنے کے جرم میں گرفتار ہوا۔ شاہجہان پور کی عدالت (سیشن کورٹ) نے صرف ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۵ء میں اکتیس (۳۱) افراد کو

اغوا اور انسانی خرید و فروخت میں سزا دی۔ تفصیل کے لیے Power, Preservation and Panic: Eunuchs, Colonialism and Modernity in North India کی طرف رجوع کریں۔

''سیرینا نینڈا'' Serana Nanda نے اپنی کتاب Niether Man nor Woman میں بتایا ہیجڑوں کے اپنے علاقے ہوتے ہیں، ان حدود میں اگر باہر سے ایسا ہیجڑا جس کا کوئی گرو نہ ہو یا جسے اس علاقے میں دھندا کرنے کی اس علاقے کے گرو کی طرف سے اجازت نہ ہو آئے اور وہ پکڑا جائے تو اس پر جرمانہ عائد ہوتا ہے یا اسے پیٹا جاتا ہے یا وہ جرمانہ اور مار دونوں کا سامنا کرتا ہے۔

اسی کتاب میں ایک ہیجڑے سے واقعہ نقل ہوا کہ غیر علاقے میں داخل ہونے کی وجہ سے ہیجڑوں کا جھگڑا ہوا جس کے نتیجے میں کسی کی ٹانگ ٹوٹی، کسی کا ہاتھ ٹوٹا، کسی کا سر پھٹا اور یہ سب انہوں نے اپنی حدود کی حفاظت کے لیے کیا تاکہ کوئی دوسرا اس جگہ دھندا نہ کر سکے (صفحہ ۴۴)۔

انڈیا ٹائمز کے ایک آرٹیکل کے مطابق دہلی میں ہر سال ۱۰۰۰ (ایک ہزار) افراد اس گروہ میں بھرتی ہوتے ہیں۔ خیراتی لال بھولا کے مطابق اکثر ہیجڑے پیدائشی طور پر نہ تو خنثی ہوتے ہیں اور نہ ہی شروع سے جنس مخالف کے کپڑے پہننے والے ہوتے ہیں۔ نوجوان اور نشے کے عادی لڑکوں کو اغوا کیا جاتا ہے اور ان کو ہم جنس پرستی میں لگایا جاتا ہے۔ ہیجڑا مافیا کی خفیہ منڈی ہوتی ہے جہاں نئے خصی کیے گئے لڑکوں کی قیمت لگتی ہے، اس بھیانک جرم کا نشانہ بننے والے لڑکوں کو ڈرایا جاتا ہے کہ اگر انہوں نے خاموشی توڑی تو ان کو قتل کر دیا جائے گا۔ خیراتی لال بھولا کہتا ہے کہ جن کو زبردستی خصی کیا جاتا ہے ان میں کئی صاحب اولاد بھی ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اکثر ہیجڑے پیدائشی طور پر مرد ہوتے ہیں، ہم جنس پرستی کی ہوس ان کو عورتوں کا روپ اختیار کرنے پر ابھارتی ہے لیکن ظاہر ہے ہم جنس پرستی سے پیٹ تو نہیں بھرتا اس لیے یہ جسم فروشی کے بدلے میں پیسے بھی وصول کرتے ہیں اور دوسرے جرائم کے مرتکب بھی ہوتے ہیں۔ وہ افعال جن کا ذکر ہوا ہر مہذب معاشرے میں جرم ہیں، اس لیے جب ہیجڑے ان جرائم کو اختیار کرتے ہیں تو انہیں تحفظ بھی درکار ہوتا ہے اور اکثر ہیجڑا بننے والوں کو ان کے گھر والے اپنی سوسائٹی سے بے دخل کر چکے ہوتے ہیں یا یہ خود ان کو چھوڑ چکے ہوتے ہیں اس لیے انہیں سر چھپانے کے لیے چھت کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کے دھندے کا نظام سرپرست کے بغیر نہیں چل سکتا اس لیے ''گرو'' کی بھی حاجت ہوتی ہے جو انہیں ہر جرم ادا کرنے کی تربیت

دینے کے ساتھ ان کو تحفظ بھی فراہم کرتا ہے۔

اسلام کی نظر میں یہ جنس مخالف کی مشابہت اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دور ہوتے ہیں، مخنث ہونے کی وجہ سے حاکم کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کی بہتری کے لیے ان کو جلاوطن کر دے، اگر یہ خصی ہوں تو مزید اسلامی احکام کی مخالفت کرتے ہوئے ہم جنس پرستی میں بھی مبتلا ہوتے ہیں، صحیح قول کے مطابق اسلامی حکومت کے لیے ان کا قتل کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

اس طبقے کو مظلوم سمجھنا سخت غلطی بلکہ مجرموں کا حوصلہ بڑھانا ہے۔ ان مجرموں کو مظلوم سمجھا جائے گا تو معاشرے میں بچے اور نوجوان ان کو بے ضرر سمجھیں گے اور اس برائی سے واقف نہیں ہو سکیں گے جب کہ ہمیں چاہیے کہ بچوں کو اچھے انداز اور مناسب الفاظ میں اس برائی سے آگاہ کریں تاکہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان کو پہلے سمجھانے اور نہ سدھرنے پر سزا دے کر صحیح راہ پر لانے کے بجائے ان کو سرکاری و غیر سرکاری دفاتر میں بھرتی کرنے پر زور ہے۔ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ جنسی درندے جن اداروں میں بھرتی ہوں گے وہاں کیسے کیسے فساد اٹھیں گے۔

ایکٹ میں لفظ Eunuch (خصی) اور Khawaja sira (خواجہ سرا) بھی ذکر ہے لہذا ایک نظر ان پر بھی ڈال لیتے ہیں۔

خصی (Eunuch)

مردوں اور بچوں کو خصی کرنے کا سلسلہ ہزاروں سال پرانا ہے۔ غلاموں کو خصی کر کے فروخت کیا جاتا تھا، ان کی تجارت بڑے پیمانے پر ہوتی تھی۔ بعض غلاموں کے صرف خصیے نکال دیے جاتے تھے، بعض کو خصی کرنے کے ساتھ مجبوب (مقطوع الذکر) بھی کر دیا جاتا تھا۔ غلام ہو یا آزاد کسی کو بطور سزا خصی کر دیا گیا ہو یا کوئی فرد کسی حادثے کے سبب خصی ہو گیا ہو سب پر خصی ہی کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہزاروں سال سے اب تک ایسے افراد کو جنسی لحاظ سے مردوں ہی میں شامل رکھا گیا ہے اور خصی افراد بھی خود کو مرد ہی بتاتے آئے ہیں۔

خواجہ سرا

یہ اعزازی لقب ان خصی افراد کے لیے تھا جو محل میں بغیر حجاب و رکاوٹ آتے جاتے تھے۔ خواجہ سرا بادشاہوں کے حرم سرا میں بحیثیت سربراہ بھی ہوتے تھے، اس منصب پر ان کو رکھنے کی وجہ ان پر اعتماد تھا۔ خصی ہونے کی وجہ سے ان میں جنسی شہوت نہیں ہوتی تھی اس لیے حرم میں موجود خواتین اس خطرے سے

محفوظ سمجھی جاتی تھیں جو ایک اجنبی غیر خصی مرد سے لاحق ہو سکتا تھا۔

مختلف ریاستوں میں ان کو اہم عہدے ملنے کے علاوہ مختلف بادشاہوں کا خاص قرب بھی حاصل تھا، بادشاہ ان پر اعتماد اس لیے بھی کرتے تھے کہ یہ خانہ آبادی کے نظام سے آزاد ہوتے تھے یعنی ان کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہوتا تھا اس لیے یہ بادشاہ کے ساتھ مخلص ہوتے تھے۔ ایسے بھی ہوا کہ ان سے متعلق بادشاہوں کا خیال غلط ثابت ہوا، ان کی سازشوں کی وجہ سے ریاستوں کو بہت نقصان پہنچا لیکن عموماً خصی غلام وفادار ہوتے تھے۔

برعظیم پاک وہند کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو کئی خواجہ سرا نظر آتے ہیں جو سیاسی اعتبار سے اہم عہدوں پر فائز رہے؛ مثلاً بادشاہ علاؤالدین خلجی کا مقرب خاص ''ملک کافور'' خواجہ سرا تھا جس نے کئی اہم جنگی محاذوں میں سالاری کے فرائض انجام دیے اور کئے علاقے فتح کیا۔ اس کا انتقال ۱۳۱۶ء میں ہوا۔ اودھ میں خواجہ سرا ''الماس علی خان'' ایسی فوج کا کماندار تھا جو وہاں کے نواب کو بھی میسر نہیں تھی، الماس علی خان اور ہندو راجہ بھوانی سنگھ اودھ کے آدھے سے زیادہ ذرائع آمدن پر قابض تھے۔ اس کا انتقال ۱۸۰۸ء میں ہوا۔ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کا وزیر ''محبوب علی خان'' بھی خواجہ سرا تھا، یہ بادشاہ کے خاص معاملات حل کرتا تھا۔ اس کا انتقال ۱۸۵۷ء میں ہوا۔

ہیجڑے اور خواجہ سرا میں فرق

تمام خواجہ سرا خصی ہوتے تھے لیکن ان کا لباس مردوں والا اور ان کی بول چال اور پہچان معاشرے میں مردوں کے موافق ہوتی تھی۔ بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ مدینہ میں خصی خادم (جن میں سے اب صرف تین باقی ہیں) مخنث ہیں۔ عرض ہے یہ ہرگز مخنث نہیں، یہ خصی ہوتے ہیں، ان کو سب مرد سمجھتے ہیں، ان کی زبان، آواز، چال ولباس کسی چیز میں خواتین سے مشابہت نہیں بلکہ ان کو دیکھنے والا یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ یہ خصی ہیں، ان کو سب مرد ہی مانتے ہیں اور یہ بھی خود کو مرد ہی بتاتے ہیں۔ یہ سلاطین ترک کے زمانے سے اس خدمت کے لیے چلے آرہے ہیں۔ پہلے یہ تعداد میں زیادہ تھے (اب صرف تین باقی ہیں) ان کا کام حرم میں صفائی، خواتین کے مسائل دیکھنا اور ان کی رہنمائی کرنا تھا۔ خصی ہونے کی وجہ سے ان میں شہوت نہیں ہوتی تھی اس لیے یہ خواتین کو حرم میں مسائل آسانی سے بتادیا کرتے تھے۔ اب ان کا سلسلہ بھی ختم ہونے والا ہے کیوں کہ نئے خصی افراد ان خدمات کے لیے موجود نہیں اور جو تین آدمی باقی ہیں وہ بہت بوڑھے ہو چکے نیز حرمین میں اب خواتین کی رہنمائی کے لیے خواتین ہی کو رکھا گیا ہے۔ ہیجڑوں کا معاملہ ان سے الٹ ہوتا ہے،

عموماً مرد ہوتے ہیں لیکن خود کو عورت بتاتے ہیں اور خواتین کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

'خواجہ سرا' اور 'ہیجڑا' مترادف کیسے ہوئے

ہیجڑوں کو خواجہ سرا سمجھنے کی غلطی پاک و ہند میں فرنگی حکام کو لگی، اس غلط فہمی میں مزید اضافہ لفظ Eunuch نے کیا۔ فرنگی حکام نے جس وقت معاشرے کا امن ہیجڑوں کی بدکاریوں اور ان کی خلاف قانون و فطرت حرکتوں کی وجہ سے برباد ہوتے دیکھا تو ان کے خلاف قانون سازی کی، فرنگی حکام غلط فہمی کے سبب ہیجڑوں اور خواجہ سراؤں کو ایک سمجھ بیٹھے (یہاں سے ہیجڑوں کو خواجہ سرا سمجھنے کی غلطی نے پیر جمائے اور وقت گزرنے کے ساتھ اب یہ زمانہ ہے کہ خواجہ سرا ہیجڑے کے لیے اعزازی نام بن چکا ہے حالانکہ خواجہ سرا خصی غلاموں کا اعزازی نام تھا جو نہ مخنث تھے اور نہ ہی جنس مخالف کا لباس پہنتے تھے بلکہ یہ خود کو مرد سمجھتے اور معاشرے کے افراد بھی ان کو مرد ہی مانتے تھے) اس غلط فہمی پر اسی زمانے میں کئی حلقوں کی جانب سے ردعمل آیا کہ خواجہ سرا اور ہیجڑا دو الگ چیزیں ہیں ان کو ایک نہ سمجھا جائے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے سرسید احمد خان نے بھی فرنگی حکام کو ان دونوں میں جو فرق ہے اس سے آگاہ کیا تھا۔

اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ خصیوں (Eunuchs) کو ٹرانس جینڈروں کی فہرست میں شامل کرنا اور انہیں یہ حق دینا کہ وہ اپنی جنس بدل لیں سخت غلطی ہے، یہ مرد ہوتے ہیں لہذا ان کو کسی بھی صورت عورت کا درجہ دینا یا عورت کا روپ اختیار کرنے کی اجازت دینا غلط ہے۔ اسی طرح خواجہ سرا کو ہیجڑا سمجھنا بھی غلط فہمی ہے اور خواجہ سرا کو Transgender قرار دینا اس سے بھی زیادہ غلط ہے۔ ہیجڑوں کو ٹرانس جینڈر (Transgender) بنانا بھی درست نہیں کیوں کہ ان میں سے اکثر پیدائشی طور پر مکمل مرد ہوتے ہیں لیکن عورتوں کا روپ اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ ہیجڑوں کو خناث (خنثی کی جمع) سمجھنا اور ان کو مظلوم سمجھ کر حقوق دینے کی بات بھی درست نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی مجرم کو سزا کی جگہ انعام دیا جائے۔

Sex اور Gender میں تفریق

Transgenderism میں "جینڈر Gender" کا اظہار لباس، بالوں کی بناوٹ، حرکتوں، معاشرے میں خاص انداز سے ملنے جلنے وغیرہ پر منحصر ہے جب کہ Sex کا تعین Biological attributes (حیاتیاتی صفات) سے ہوتا ہے؛ یعنی مرد و عورت کے وہ خاص اندرونی و بیرونی اعضا جن سے کسی کا مرد یا عورت ہونا ثابت ہو۔ اسی لیے ٹرانس جینڈروں کی جانب سے Gender expression

(Terminologies) جیسی اصطلاحات (جنسی شناخت) Gender identity یا (جنسی اظہار) سننے پڑھنے میں آتی ہیں۔Gender expressionسے مراد جنس کے اظہار کا طریقہ جس سے دوسرے کچھ اخذ کریں۔ Gender indentity سے مراد فرد کی اپنی جنس سے متعلق عمیق سوچ جس سے وہ اپنا مذکر، موئنث یا ان دونوں کا مرکب ہونا یا ان میں سے کچھ نہ ہونا طے کرے؛ بھلے یہ ذاتی خیال اس کی پیدائش کے وقت تفویض شدہ جنس کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

اس فلسفے کی بنیاد صرف ایک خیالGender ''اور'' Sex میں فرق کے تصور پر ہے۔اگر ان میں تفریق ثابت ہو تو مسئلہ کچھ اور دکھائی دے گا لیکن تفریق ہی باطل نکلے تو اس فلسفے اور اس کی بنیاد پر تعمیر شدہ ہر چیز باطل قرار پائے گی۔

کیا سیکسSex اور جینڈرGender میں فرق ہے؟

لفظ Sex قدیم ہے اس کے معنی میں کوئی اختلاف نہیں۔ قدیم الایام سے بغیر اختلافSex اور Genderمذکر و مونث، نر و مادہ کی تعیین کے لیے ایک دوسرے کے قائم مقام مستعمل تھے اور اب تک اکثر افراد کا یہی نظریہ ہے۔

اردو میں Sex کا ترجمہ لفظ جنس اور Gender کیلئے تین لفظ آتے ہیں:(۱) جنس (۲) قسم (۳) صنف۔

انگریزی میں جنس کے لیے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں(1) Sex (2) Gender۔ مقدم الذکر کا تعلق خاص الخاص نر و مادہ، مذکر و موئنث سے ہے۔ موئخر الذکر کا مطلب خاص سیاق و سباق میں بالکل مقدم الذکر کا ہے اور سلسلہ کلام میں تبدیلی کے ساتھ Gender کے دو اضافی معانی ہیں (۱) قسم (۲) صنف۔

راقم کے سامنے اس وقت Johnson's English Dictionary(Published by Perkins and Marvin...) ہے،اس میں Gender کا مطلبSex بھی درج ہے (صفحہ ۴۲۰)۔

Oxford Dictionary میں بھی Gender سے متعلق لکھا ہے: Usually reffered to masculine, feminine and neuter.نیز ایک مطلب یہ بھی لکھا ہے: The member of one or other sex.یعنی عام نسبت مذکر، مونث یا بے جنس کی طرف۔ بلحاظ [Sex سیکس] کسی ایک (جنس) کا فرد۔ یاد رہے مقدم الذکر لغت ۱۸۳۰ء میں شائع ہوا۔

اردو لغت پر کام کرنے میں اہل یورپ کو سبقت حاصل ہے، انہیں اس کی ضرورت تھی، تجارت، حکومت

یا قیام جس جگہ ہو تو وہاں کی زبان سیکھنی پڑتی ہے۔لہٰذا ایک نظر ان افراد پر بھی ڈال لیتے ہیں۔ John Shakespear(جان شیکسپئیر) نے A Dictionary, Hindustani And English And......میں Gender کا معنی "جنس، قسم، نوع، تذکیر و تانیث" کیا ہے۔ یہ لغت پہلی دفعہ ۱۸۱۷ء میں شائع ہوا(بعد کی اشاعتوں میں اضافے ہوتے رہے)۔D r S.W Fallon (ڈاکٹر فیلن) نے English-Hindustani Dictionaryمیں لفظ Gender کا مطلب Sex اور مزید وضاحت کے لیے "تذکیر تانیث۔مذکر مؤنث" لکھا۔یہ مشہور زمانہ لغت ۱۸۸۳ءمیں شائع ہوا۔

ان حوالوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ باعتبار لغت دونوں لفظ Sexاور Gender خاص سیاق وسباق میں ایک دوسرے کے قائم مقام ہیں۔

بالفرض[سیکس] Sex اور[جینڈر] Gender میں کیے گئے جدید فرق کو تسلیم کرلیں تو سوال ہے کہ اگرGender محض سماجی ساخت ہے تو اس میں گڑبڑ ہونے پر کسی بھی قسم کے Medical treatment(طبی علاج) کی ضرورت پڑتی ہے؟ مثلاً اگر کسی عورت نے مرد ہونا ہو تو اسے Hormone replacement(استبدال ہارمون)، Mastectomy(پستان براری) Hysterectomy(رحم براری) Vaginectomy (مہبل تراشی)Phalloplasty(آلہ تناسل کی تشکیل) وغیرہ سے گزارنا پڑے گا۔ان مراحل سے میڈیکل سائنس کی مدد سے گزرا جائے گا یا محض کپڑے بدلنے، بال عورتوں کی طرح بنانے، آواز بھاری وغیرہ کرنے سےTreatment (علاج)ہو جائے گا؟

اگر اس من گھڑت فرق کو درست مان لیں توGender dysporia (جنسی بے چینی) کا تعلق ٹرانس جینڈروں کے مطابق Biological sex (حیاتیاتی جنس) سے ہے، اگر Genderصرف معاشرے میں پہچان ہے تو اس کے لیے جراحت وغیرہ کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ Sexاور Gender ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لہٰذا ان میں تفریق ایک لحاظ سے ٹرانس جینڈروں کے اصولوں سے بھی بے دلیل ہے۔

اس تناقض کی وجہ یا تو یہ ہے کہSex اورGender میں فرق کو کسی خاص مقصد کے حصول کے لیے گھڑا گیا ہے یا کم از کم بغیر سوچے سمجھے ایک صحیح بات کو ختم کر کے دوسری کو رائج کرنے کی کوشش ہوئی ہے جسے ایک طبقہ آنکھیں بند کر کے قبول و مشہور کرنے میں مگن ہے، اس محنت کے نتیجے میں آج دنیا میں بسنے والے

افراد کا ایک حصہ (ان میں یا تو Transgenderism کے داعی ملیں گے یا اس مسئلے سے ناواقف) Sex اور Gender میں فرق کر رہا ہے۔

ایک مدت سے ہمارے پاسپورٹ میں Sex کے آگے Male (مذکر) یا Female (مؤنث) درج ہوتا آرہا ہے لیکن ہم اپنے Identity cards پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں مذکر یا مؤنث کی شناخت و تفریق کے لیے Sex کی جگہ Gender لکھا ہوا ہے دراصل Transgenderism کے وجود اور اس کے من گھڑت و خلاف فطرت انکشاف سے پہلے یہ فرق تھا ہی نہیں۔

گزشتہ بحث کی روشنی میں ہم بلا جھجک کہتے ہیں کہ جس طرح Sex کا تعلق جسم کے ظاہری و اندرونی اعضا سے ہے ٹھیک اسی طرح خاص سیاق وسباق سے Gender کا تعلق بھی ہے لہٰذا Gender اور Sex میں فرق برتنا بے دلیل ہے۔ اس تفریق کی تائید نہ تو Transgenderism کے ایک خاص دور سے قبل کی تاریخ سے ہوتی ہے نہ از روئے طب اور نہ ہی عقل سلیم اس تفریق کو ماننے کے لیے تیار ہے۔

دماغی خلل یا شرارت جسے ذاتی احساس کا نام دے دیا

کسی بالغ شخص کو اچانک احساس ہو کہ میں فلاں کا نہیں بلکہ فلاں کا بیٹا ہوں تو ایسے شخص کو اپنے دعوے کے ثبوت میں بہت قوی دلائل پیش کرنے کی ضرورت پڑے گی، اگر دعوی جھوٹ پر مبنی ہو تو ایسا شخص معاشرے میں فساد اور جس فرد کی طرف اس نے اولاد ہونے کی نسبت کی اس کے خاندان میں بگاڑ کا بہت بڑا ذریعہ ہوگا۔ اگر مدعی ثبوت پیش نہیں کرتا اور نہ ہی بحث کے ذریعے اپنا مدعا ثابت کرے لیکن تمنا یہ رکھتا ہو کہ جو یہ کہتا ہے اسے معاشرہ فوراً قبول کرلے تو ہر سمجھدار فرد اس حرکت کو پاگل پن سے تعبیر کرے گا۔ ٹرانس جینڈروں کا مسئلہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ عمر کا ایک حصہ مرد یا عورت کی حیثیت سے گزار لیا اب اچانک دعوی رکھا کہ میں اصلاً مخالف جنس سے ہوں بوقتِ پیدائش میری نسبت غلط جنس کی جانب کی گئی۔ ظاہر ہے ایسا دعوی کرنے سے معاشرے میں کئی مسائل میں اضافہ لازمی چیز ہے۔ ایسا دعوی آنکھیں بند کرکے کوئی قبول نہیں کرے گا خاص کر اس وقت جب مدعی کا دعوی دوسرے فرد پر اثر انداز ہو، لہٰذا مدعی ثبوت لائے گا، کسی بھی زندہ معاشرے میں اس پر یہ لازم بھی ہے اور فریق مخالف کو بھی اختلاف کرنے کا حق حاصل ہے۔

ٹرانس جینڈر ازم Transgenderism سے یہ فلسفہ بھی پیش ہوتا ہے کہ Trans man یا Trans woman ہونے کے لیے کسی Medical checkup (طبی معائنہ) کی ضرورت نہیں بلکہ

اس مسئلے کو محض فرد کے ذاتی خیال کے مطابق ہونا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اگر کسی مرد کو یہ احساس ہو کہ وہ عورت ہے اور پیدائش کے وقت جو اسے مرد بتایا گیا وہ ایک غلطی تھی تو اسے عورت کہلانے کا حق دیا جائے نیز Transgenders اس خیال واحساس کو سب پر مسلط کرنے کی خواہش رکھتے ہوئے معاشرے اور ہر متعلقہ ادارے کو اس کا پابند بھی کرنا چاہتے کہ یہ سب بھی ایسے شخص کو عورت مانیں۔

اہل عقل کے نزدیک یہ تحریک و مطالبہ بھی محض جہالت کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کو یوں سمجھیں کوئی عام شخص اچانک اس خیال کا اظہار کرے کہ میں فلاں سرکاری ادارے کا سربراہ ہوں اور مطالبہ کرے کہ اب اس ادارے سے متعلقہ تمام افراد مجھے اس عہدے کے مطابق عزت دیں نیز جو احکام میری طرف سے جاری ہوں وہ لاگو بھی ہوں اور ریاست اور معاشرہ مجھے فلاں سرکاری ادارے کا سربراہ بھی مانیں۔ یقیناً Transgenders اور ان کے سہولت کار اس حرکت کو ذہنی مرض تعبیر کریں گے بھلے اس کے لیے اصطلاح Gender dysphoria (جنسی بے چینی)] جسے پہلے Gender indentity disorder (جنسی شناخت میں [عارضہ] بے نظمی) کہتے تھے [کو استعمال کرلیں یا کچھ اور چن لائیں۔ اس مسئلے سے یہ لوگ کیسے نمٹیں گے اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اسی طرح اچانک کوئی جنسی لحاظ سے صحیح مرد یا عورت محض ذاتی احساس کو بنیاد بنائے اور مخالف جنس اختیار کرنے کا دعوی کرے تو ایسے فرد سے بھی اسی طرح نمٹا جائے جس طرح مذکور بالا شخص سے پیش آنے کا حق ہے لیکن یہاں ٹرانس جینڈروں کا رویہ ''آپ دھاپ اپنا منہ اپناہاتھ''۔

سماجی ساخت Social construct

ٹرانس جینڈروں Transgenders نے اپنے باطل فلسفے کو ثابت کرنے کے لیے Social construct (سماجی ساخت) [جس کا مفہوم یہ ہے کہ معاشرے میں رائج کوئی تصور جس کا حقیقی وجود نہ ہو (یعنی خیالی ہو) دراصل انسانوں کے تعامل کا نتیجہ ہوتا ہے۔ لوگ اس تصور کو تسلیم کرتے ہیں اس لیے اسے مانا جاتا ہے، اگر لوگ اس تصور کو تسلیم کرنا چھوڑ دیں تو اس تصور نے بے حیثیت ہو جانا ہے] کو بکثرت استعمال کر رہے ہیں۔ یہ Theory (نظریہ) بعض گمراہ ماہرین عمرانیات (Sociologists) کے خیالات میں سے ہے، ٹرانس جینڈر ازم Transgenderism کو فروغ دینے والوں نے اسے اپنے مقصد کو عام کرنے کے لیے اہم جانا پھر اس کے ذریعے منزل مقصود تک پہنچنے کا سفر شروع کیا لیکن اس فلسفے میں موجود تناقضات

سے دانستہ طور پر لا پرواہی برتتے رہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ دنیا میں مسائل و حقائق سے بے وقوف رہ کر الٹے فلسفوں کو قبول کرنے والے افراد بھی اچھی تعداد میں موجود ہیں لہذا انہیں بھی اپنے حصے کے بے وقوف مل ہی جائیں گے اور ایسے ہوا بھی۔

سوشل کنسٹرکٹ کی بنیاد پر ان کا ماننا یہ ہے کہ Gender معاشرے کی عطا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ بات نہیں سمجھی کہ اگر Gender سماج کی عنایت ہے تو کسی Transgender کو ذاتی طور پر یہ حق حاصل نہیں کہ وہ پیدائش کے وقت تفویض شدہ جنس سے انحراف کرے اور مخالف جنس سے خود کو متعارف کرائے۔ یہ عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف کسی کا مرد یا عورت ہونا ان کے مطابق معاشرے کی عطا ہے لیکن دوسری طرف Transgender کو معاشرے سے ہٹ کر ذاتی احساس کی بنیاد پر اپنی جنس تبدیل کرنے کا حق ہے؛ حالاں کہ ان کے فلسفے کے مطابق تو اس مسئلے کو معاشرے ہی نے طے کرنا ہوتا ہے لیکن یہاں ان کو معاشرے حتی کہ اس فلسفے کی بھی کوئی پروا نہیں اور محض ذاتی احساس کو دلیل بنا کر جنس بدلنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

کوئی Transgender بوقت پیدائش Male (مذکر) متعین ہوا اور عمر کے کسی حصے میں اسے خیال آیا کہ میں تو Female (مؤنث) کہلانے کے لائق ہوں (یا اس کے برعکس) تو اس فرد کو Gender میں تبدیلی کے لیے کسی بھی Medical Doctor (طبی معالج) سے رجوع کیوں کرنا پڑتا ہے؟ اس کو تو فوراً لباس وغیرہ تبدیل کر کے اپنے احساس کے مطابق معاشرے میں روپ اختیار کرنا چاہیے لیکن یہ لوگ علاج کے لیے ایک طرف ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور دوسری طرف متضاد روش اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ Gender کا تعلق تو ہے ہی سماجی ساخت سے۔

کبھی کوئی فرد حجامت یا سنورنے کے لیے کسی ڈاکٹر سے ملاقات کا وقت (Appointment) نہیں لیتا نہ ہی کوئی ڈاکٹر ان امور کے لیے دنیا میں کہیں دستیاب ہے لیکن Gender کو محض معاشرے کی دین سمجھنے والے اپنی جنس میں تبدیلی کے لیے Medical treatment (طبی علاج) کے متلاشی ہو کر اس خاص شعبے کے ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں جب کہ دوسری طرف یہی لوگ جن چیزوں کے مرکب کو Gender کہتے ہیں اس کا تعلق ان ہی کے فلسفے (جو تناقضات سے بھرپور ہے) کے مطابق Medical science (علم طب) سے نہیں ہے۔

کسی مرد یا عورت کو (جسے معاشرہ ایک جنس میں رکھ کر پہچانتا ہو) محسوس ہو کہ میں مخالف جنس سے ہوں اور وہ بغیر طبی علاج اپنی پیدائشی جنس سے انحراف کر کے خود کو مخالف جنس میں سے ظاہر کس حیثیت سے کر سکتا / سکتی ہے؟ اس کا احساس تو باطنی چیز ہے جس کا سوسائٹی اور Sex سے کوئی تعلق ہی نہیں تو ایسے فاسد احساس کی بنیاد پر بغیر طبی علاج مرد سے عورت یا عورت سے مرد کہلانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ جس شخص کی عقل سلامت ہو وہ اس حرکت کو کیا سمجھے گا؟۔

عام مشاہدہ ہے کہ مختلف علاقوں میں مختلف سوسائٹیاں بستی ہیں، ساری دنیا میں ایک سی سوسائٹی رائج نہیں تو کیسے Gender کو سوسائٹی کی تشریح کہا جا سکتا ہے؟ لہذا سوال ہے کہ جب Trans man یا Trans woman ہونے کی باری آتی ہے تو یہ لوگ اپنے فلسفے کے برعکس معاشرے کی مخالفت (ان کے مطابق تو معاشرہ ان کو کسی جنس میں رکھتا ہے) کرتے ہوئے ایک جنس ترک کر کے دوسری اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی اس حرکت کے وقت کسی کا بوقت پیدائش لڑکا یا لڑکی ہونا کس دلیل سے معاشرے کی تعبیر نہیں رہتا؟

بغیر طبی علاج صرف منہ سے چند جملے نکال دینے سے (یعنی مرد سے عورت ہونے یا عورت سے مرد ہونے کا اعلان کر دیا جائے) یا شناختی کارڈ میں ترمیم کے لیے صرف ایک کاغذ میں خانہ پوری سے اس مرض سے کسی مریض کو کیسے نجات حاصل ہو سکتی ہے؟

Gender identity (جنسی شناخت) کا مسئلہ معاشرے سے تعلق رکھے گا یا میڈیکل سائنس سے، ایک ہی وقت میں اسے دو مخالف سمتوں میں گھسیٹنا حماقت و تناقض ہے۔ اس قدر آسان بات آخر ٹرانس جینڈروں کی عقل میں کیوں نہیں آ رہی؟

جنس کی بنیاد پر نر و مادہ ہونا محض معاشرے کی عطا نہیں کیوں کہ یہ چیزیں عملاً بھی دنیا میں کام کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ عام مشاہدہ ہے کہ بچوں کی پرورش و تربیت مادہ کے حوالے ہے۔ تحریک حقوق نسواں (Feminineism) سے پہلے مرد خوراک کا انتظام کرتا تھا، عورت گھر کی بہتری میں مشغول اور بچوں کی نگہداشت وغیرہ میں وقت لگاتی تھی۔ جب سے دنیا بنی ہے انسان اسی فطری تقسیم کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔

مرد قدرتی طور پر عورت کے مقابلے میں محنت کش اور جسمانی طور پر مضبوط ہوتا ہے، اس میں یہ چیز بھی فطری ہے کہ وہ زوج و اولاد پر خرچ کرے اور انہیں تحفظ فراہم کرے۔ عورت کی فطرت میں ہے کہ وہ مرد کی

غیر موجودگی میں گھر اور عزت کی حفاظت کرے۔ بچہ جننے کے بعد ماں کے پستان سے دودھ کا اترنا، نومولود کو بھی اس کا علم ہونا کہ اسے کس مقام سے غذا ملے گی۔ بچے کو کس معاشرے نے یہ سمجھ دی کہ وہ پستان سے غذا حاصل کرے تاکہ اس کی ضرورت پوری ہو؟۔ ظاہر ہے عورت کا حمل سے ہونا، پستان میں دودھ اترنا، بچے کا اس سے پیٹ بھرنا، مرد و عورت کے درمیان باہمیت جس سے گھریلو زندگی چلتی رہے وغیرہ وغیرہ سب چیزیں بغیر شکل و جسم عقل میں آنے کے ساتھ عملی طور پر بھی موجود ہیں۔ بعض چیزیں تو اس قدر مستحکم ہیں کہ وہ انسانوں اور جانوروں میں بھی یکساں ہیں، مثلاً انسانوں کے دائرے سے باہر نکل کر دیکھیں تو بچوں کی پرورش پرندوں اور جانوروں میں بھی مادہ ہی کے حوالے ہے۔

کسی تہذیب (Civilization) کا مختلف علاقوں اور معاشروں پر اپنا اثر چھوڑنا اور ایک ہی سوسائٹی میں تہذیبوں (Civilizations) کا ٹکراؤ تاریخی ہونے کے علاوہ مشاہداتی حقیقت بھی ہے؛ کوئی سمجھدار اس سے انکاری نہیں۔ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ Gender معاشرے کی دین نہیں کیوں کہ ہر سوسائٹی میں مرد و عورت کو Biologically (حیاتیاتی اعتبار سے) نر و مادہ مانا جاتا ہے اور یہ سلسلہ ہزاروں لاکھوں سال سے ہے حتیٰ کہ جب کسی Society کا وجود بھی نہیں تھا اس سے پہلے بھی نر و مادہ کی تفریق کو مرد / لڑکا و عورت / لڑکی کے مخصوص جنسی آلات ہی کے ذریعے جنس مذکر (Gender:Male) یا جنس مؤنث (Gender:Female) سمجھا، بتایا اور مانا جاتا تھا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

سوسائٹیوں کا بننا، بگڑنا یا اجڑ جانا کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں بلکہ بڑے اور زرخیز ذہن تو ان امور کے اسباب کی نشان دہی کرتے ہیں اور جہاں وہ سوسائٹی سے کچھ لیتے ہیں تو دوسری طرف وہ اسے بہت کچھ دیتے بھی ہیں بلکہ کئی باریوں بھی ہوا کہ فرد واحد نے ساری سوسائٹی کو ہی بدل دیا لیکن بعض گمراہ لوگ ہر چیز کو معاشرے کی عنایت سمجھ کر معاشرے کو ایک Force کی شکل دے بیٹھے جو سراسر غیر منطقی رویہ ہے۔

بغیر طبی علاج Transgender کا اطلاق

یہ مسئلہ ثابت ہو چکا کہ خاص سیاق میں Sex اور Gender میں کوئی فرق نہیں تو اب Transgender اور Transsexual مترادف ہوئے اور یہ بات تو معلوم ہے کہ Transsexual کا اطلاق طبی عمل سے گزارے بغیر کسی فرد پر نہیں ہو سکتا۔ اب اگر کوئی پیدائشی نامکمل فرد Sexual disorder (جنسی عارضہ) سے نجات کے لیے طبی علاج سے گزر کر عورت کے دائرے میں داخل ہو جائے

تو آئندہ اسے صرف عورت ہی کہنا چاہیے؛ اسے کوئی تیسرا نام دینا درست نہیں اور اگر وہ مکمل طور سے عورت نہ بن سکے تو اسے پھر تیسری جنس میں داخل مان کر Hermaphrodite (خنثی) کہا جائے گا [بشرط اس میں خنثی کی خصوصیات موجود ہوں) ورنہ وہ پہلی حالت میں ہی رہے یعنی کسی طبی عمل سے گزرے بغیر پیدائشی جنس کے مطابق زندگی گزارے لیکن Medical process (طبی عمل) سے گزرے بغیر عورت بن جانا یا عورت کا مرد بن جانا کسی صورت درست نہیں۔ اگر کوئی فرد ایسا کرے تو اسے ذہنی علاج کے لیے کسی ہسپتال میں جمع کیا جانا چاہیے اور اگر اس کا دماغ ٹھیک ہو اور معلوم ہو جائے کہ یہ شرارتی ہے تو ملک کے قانون کے مطابق اس کو سزا دی جائے اگر کوئی قانون نہ ہو تو بنایا جائے۔ رہا ہیجڑوں کا معاملہ تو یہ مرد ہوتے ہیں لیکن پیسے کی خاطر یا جنسی لذت کے لیے یہ عورتوں کا روپ اختیار کر لیتے ہیں، ان کا کردار ہر سمجھدار شخص کے نزدیک مجرمانہ ہے، لہذا ان کو اپنی اصل کی طرف لوٹ آنا چاہیے۔

کسی فرد میں مرد کے خاص جنسی اعضا ہوں (جو مرد ہونے کی علامت ہمیشہ سے سمجھے جاتے ہیں) لیکن وہ خود کو بغیر طبی علاج عورت کہلائے یا کوئی عورت اپنے تمام جنسی اعضا کی موجودگی کے باوجود مرد کہلانا شروع کر دے جب کہ دونوں کو بوقت پیدائش ان کے مخصوص آلات کو سامنے رکھ کر ان کی جنس کا تعین ہو چکا تھا تو کیسے کوئی شخص کسی عورت کو مرد یا مرد کو عورت تسلیم کر سکتا ہے؟ یہ ایسے ہی ہے کہ بلی کو آئندہ کتا کہا جائے اور کتے کو بلا وجہ شیر اور شیر کو چوہا اور چوہے کو ہاتھی اور ہاتھی کو بندر پھر خواہش رکھی جائے کہ دوسرے بھی ایسے ہی مانیں۔

اگر کوئی عورت کسی مرد کی طرح آواز نکالے، مردوں کا لباس پہنے، گنجی ہو جائے نیز جیسے مرد آپس میں ملتے ہیں ویسے ہی ملنے لگے تو بھی یہ عورت "مؤنث" کے دائرے سے نکل کر مرد "مذکر" نہیں کہلا سکتی، اسی کو الٹ کر "مذکر" مرد پر لاگو کریں تو ایسا شخص جو عورتوں کا لباس و دیگر چیزیں اختیار کر لے تو بھی "مذکر" مرد ہی رہے گا؛ زیادہ سے زیادہ کہا جائے گا فلاں شخص عورت بنا ہوا ہے لیکن ہے مرد ہی، کسی عورت کے لیے بھی ایسے ہی تاثرات ہوں گے۔

ایک طرف Male or Female (مرد یا عورت) حتی He or She بھی ٹرانس جینڈر ازم کے داعیوں کے مطابق Discrimination (امتیازی سلوک) کی علامت ہے اس لیے ان کا الفاظ کا استعمال بھی جائز نہیں؛ لیکن دوسری طرف محض ذاتی احساس پر کوئی Transgender ہے کوئی Trans

manتو کوئی Trans woman کوئی کچھ تو کوئی کچھ لیکن ٹرانس جینڈروں کو یہ فکری تضاد نظر ہی نہیں آتا۔ حیرت اس پر ہے کہ ان کی فضول، متضاد، خلاف عقل ومذہب سوچ کو دنیا بھر میں سرکاری بیساکھیوں اور کہیں سرکاری لاٹھی کے زور سے رواج بخشنے کی کوشش جاری ہے۔

خنثی کے لیے بلاقید لفظ Intersex درست نہیں

کچھ عرصے سے ”خنثی“ کے لیے لفظ Intersex بکثرت بولا جارہا ہے۔ طبی (Medically) لحاظ سے اس سے مراد وہ فرد ہوتا ہے جس کی جنس (Sex) پیدائش کے وقت مبہم ہونے کی وجہ سے متعین نہ ہوئی ہو یا جس میں مذکر ومؤنث دونوں کے جنسی آلات ہوں۔ ایسے فرد کو Non binary کہتے ہیں۔ Binary کا اطلاق ”نر“ و ”مادہ“ (مرد وعورت) کے جوڑے پر ہوتا ہے اور Non Binary اس کی ضد ہے؛ یعنی Intersex کے لیے جوڑا نہیں۔ یہ ایک حد تک معنوی طور پر خنثی کی وضاحتی تعریف ہے (یہ بحث ذرا تفصیل آگے پڑھنے میں آئے گی)۔ اگر Intersex سے مراد یہی ہو تو اس اصطلاح کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

لیکن عجیب بات یہ ہے کہ Transgenderism میں Intersex (درمیانی جنس) بھی ایک Umbrella term (وسیع تر اصطلاح) ہے۔ اس میں Gay (ہم جنس پرست مرد) Lesbian (ہم جنس پرست عورت) وغیرہ کو بھی داخل کیا جاتا ہے، ایسے میں اصطلاح Intersex (درمیانی جنس) خنثی سے خاص نہیں رہتی۔ Intersex کے مفہوم کا تعین سیاق وسباق سے یا اس لفظ کو ادا کرنے والے شخص سے اس کی مراد پوچھ کر ہوتا ہے۔ اگر اس لفظ سے مراد خنثی ہی ہو تو ٹھیک لیکن جب اس میں دوسری چیزوں کو داخل کیا جائے تو ایسی صورت میں خنثی کے لیے Intersex کی جگہ لفظ Hermaphrodite (جس میں نر ومادہ دونوں کے آلات ہوں) استعمال کیا جائے تاکہ خنثی اور غیر خنثی میں تفریق ہو سکے۔ Intersex سے پہلے ایسے فرد (خنثی) کے لیے لفظ Hermaphrodite بکثرت استعمال ہوتا تھا (آج بھی مستعمل ہے) لیکن Transgenderism سے غیر شعوری طور پر متاثر ہونے والے بعض افراد اس لفظ کو متروک باور کراتے ہیں۔ اس حرکت کی وجہ یہ ہے کہ Hermaphrodite اپنے مطلب میں صاف ہے اور یہ وسیع تر اصطلاح (Umbrella term) بھی نہیں (اس کا غیر خنثی پر اطلاق نہیں ہوتا) لہٰذا ٹرانسجینڈر ازم Transgenderism کے مقاصد میں یہ اصطلاح رکاوٹ تھی اور یہ لوگ Intersex (درمیانی جنس)

میں غیر خنثٰی بھی داخل کرتے ہیں اس لیے انہوں نے اس بات کو شہرت دی کہ Hermaphrodite متروک ہے۔

یہ اصطلاح (Intersex) رچرڈ گولڈ اسمتھ (Richard Goldsmith)نے ۱۹۱۷ء میں وضع کی۔ جنسی بیمار، فحاشی کو عام کرنے والے افراد کی تیس پینتیس سال کی محنت سے یہ اصطلاح اب طبی دائرے سے باہر نکل کر کئی ممالک میں سیاسی شکل اختیار کر چکی ہے بلکہ کچھ عرصے سے یہ لوگ اس اصطلاح کو بھی اپنے مقاصد کے حصول کے لیے (DSD(Disorder of Sex Development (جنسی ترقی کی گڑبڑ)سے بدلنے کے لیے کوشاں ہیں (لوگوں کو مطمئن رکھنے کے لیے بہانہ بناتے ہیں کہ اصطلاح Intersex یا Hermaphrodite افراد کے لیے باعث شرم ہے) اور DSD کو سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ خنثٰی کے لیے سب سے موزوں اصطلاح Hermaphrodite ہی ہے اور Intersex سے مراد خنثٰی ہی لیں اور اس میں کوئی اضافہ نہ ہو تو ٹھیک ورنہ غلط۔

مغالطہ

یہ بات Medically(طبی نقطہ نظر)اور Socially (معاشرتی لحاظ سے)ثابت ہے کہ بعض بچے پیدائشی خنثٰی ہوتے ہیں جنہیں Transgenders آج کل Intersex کہتے ہیں لیکن ٹرانس جینڈروں سے جب ان کے تسلسل پر سوال پوچھا جاتا ہے تو یہ اپنی تاریخ بیان کرنے کے بجائے خواجہ سراؤں کی تاریخ سنا کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں(گزشتہ سطور سے یہ ثابت ہو چکا کہ خواجہ سراؤں کا ٹرانس جینڈروں سے کوئی واسطہ نہیں)حالاں کہ ان کے نزدیک تو Transgender کا اطلاق ہوتا ہی اس فرد پر ہے جس کو عمر کے کسی حصے میں یہ احساس ہو کہ اس کی پیدائش کے وقت تفویض شدہ جنس غلط تھی۔ جب کہ خوجے تو ہوتے ہی اور چیز ہیں۔ کیا خنثٰی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اسے بوقت پیدائش جو خنثٰی بتایا وہ اس کے علاوہ مرد یا عورت ہے؟ جواب یقیناً نفی میں آئے گا تو کسی مرد کو عورت یا عورت کو مرد کہنے کا حق کس اصول سے کسی کو حاصل ہو سکتا ہے؟

معلوم ہوا یہاں بھی ٹرانس جینڈر ازم(Transgenderism) کو فروغ دینے والے یا تو خود مغالطے میں مبتلا ہیں یا دانستہ طور پر دوسروں کو مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ کوئی بھی وجہ ہو لیکن یہ بات تو واضح ہے کہ ان کا فلسفہ حد درجہ بے وقعت ہے۔

دھوکے بازی

ہیجڑوں کو خناث (Hermaphrodites) باور کرانا ٹرانس جینڈر ازم Transgenderism کی چال ہے، آگے چل کر Transgenders کہتے ہیں کہ حکومت خناث کو نوکریاں نہیں دیتی اور نہ ان کی شناخت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ خناث کی تعداد دنیا بھر میں اس قدر قلیل ہے کہ حکومتوں کی معمولی توجہ سے ان کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ان کی شناخت کا حل تو بہت آسان ہے، یہ خود کو خنثیٰ مان لیں اور اپنے لیے شناختی کارڈ بنا لیں پھر اپنے حقوق کے لیے سب سے پہلے اپنے حلقوں سے جعلی خناث جو دراصل مرد ہیں اور مخنث بنے ہوئے ہیں ان کو باہر کریں تاکہ کوئی دوسرا ان کا حق نہ مار سکے۔

جس پر الزام ہو جعلی خنثیٰ ہونے کا اس کا طبی معائنہ کیا جائے اور جو حقیقی خنثیٰ ہونے کا دعوی کرے اسے بھی اس عمل سے گزارا جائے۔ یوں کھرے کھوٹے میں فرق واضح ہو جانے کے بعد خناث کو ان کے حقوق حاصل کرنے میں آسانی ہو گی اور حق تلفی کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا لیکن اگر یہ ہیجڑوں اور ٹرانس جینڈروں کا روپ اختیار کر کے معاشرے میں فحاشی کو فروغ دیں گے تو اس صورت میں نہ خناث کو حقوق ملنے ہیں اور نہ ہی معاشرے میں بہتری آنی ہے۔

یہ شیطانی مرض ہے!

''کیٹلن جینز Caitlyn Jenner'' سابق ''ولیم بروس جینز William Bruce Jenner'' ۱۹۴۹ء میں پیدا ہوا، اس نے تین شادیاں کیں، پہلی بیوی سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی، دوسری بیوی سے دو بیٹے اور تیسری بیوی سے دو بیٹیاں ہوئیں۔ چھ بچوں کا باپ Hormone replacement therapy اور Cosmetic surgery کروا کر ۲۰۱۷ء میں عورت بن گیا۔ یہ کوئی عام آدمی نہیں؛ اس نے امریکہ کے لیے اولمپک گیمز میں گولڈ میڈل لیا تھا۔ آج کل یہ امریکہ میں ری پبلکن پارٹی کا رکن ہے۔

''مے ری الیز بتھ کلارک Mary Elizabeth Clark'' سابق ''مکھل کلارک Michelle Clark'' کا سال پیدائش ۱۹۳۸ء ہے۔ US Navy میں ملازمت اختیار کی۔ شادی ہوئی اور ایک بچے کا باپ بنا۔ شادی کے گیارہ سال بعد اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر دوسری شادی کی اور کچھ عرصے بعد اسے Gender dysphoria (جنسی بے چینی) کی شکایت ہوئی، ۱۹۷۰ء میں Transsexual کے حقوق کے لیے کافی حرکت میں رہا۔ ۱۹۷۵ء میں یہ شخص sex reassignment surgery کے مرحلے سے

گزر کر عورت بن گیا۔ ایک بچے کا باپ یعنی مکمل مرد اپنی جنس بدل بیٹھا۔

''ورجینیا پرنس Virginia Prince''سابق ''آرنلڈ لومین Arnold Lowman ''کوکئی لوگ اصطلاحTransgender وضع کرنے والا سمجھتے ہیں۔ عدالتی بیان (جو اس وقت کے اخبار میں شائع ہوا) کے مطابق چودہ پندرہ سال کی عمر سے یہ شخص موقع پاتے ہی عورتوں کے کپڑے پہن لیتا، اس فعل سے اسے راحت حاصل ہوتی تھی۔ اس کی شادی ہوئی تو اس کی بیوی اس شوق سے ناواقف تھی۔ اس کا ایک بیٹا بھی ہو گیا لیکن اس میں مخالف جنس کے کپڑے پہننے کا مرض زیادہ بڑھا تو اس کی بیوی نے کورٹ سے رجوع کر کے طلاق مانگی۔ عدالت نے علیحدگی کا حکم جاری کرنے کے ساتھ ہر ماہ بیوی کے لیے ۵۰ ڈالر اور اس کے بیٹے کے لیے الگ سے اتنی ہی رقم ادا کرنے کا پابند کیا۔ چند سال بعد اس نے دوسری شادی کی، اس دور میں اس نے ہر وقت جنس مخالف کے لباس میں رہنا شروع کر دیا حتی کہ اپنی بیوی کے ساتھ بھی جب گھر سے باہر نکلتا حتی کسی دوسرے شہر بھی جاتا تو دونوں عورتوں کے حلیے میں جاتے۔ Transgenders کی دنیا میں یہ بہت بڑا نام ہے، اس نے ساری زندگی ایک خاص نظریے کی خدمت میں گزار دی اور اسے عام کرنے کے لیے بہت سی کتابیں بھی لکھیں اور اس کے فروغ کے لیے ان تھک محنت کی۔

ایک بچے کا باپ ہونے سے یہ مسئلہ واضح ہے کہ جنس(Sex) کے لحاظ سے یہ شخص مکمل مرد تھا لیکن اس کے دماغ میں خود کو عورت بنانا سوار تھا۔ یہ خود کو Sex کے لحاظ سے مرد اور کردار کے اعتبار سے عورت ظاہر کرتا اور کہتا تھا کہ یہ بالکل ممکن ہے بلکہ ہر شخص اس پٹڑی پر چل سکتا ہے۔ اس کا مشہور قول Gender is between two ears not the legs(یعنی جینڈر (جنس) کا تعلق کانوں کے درمیان (دماغ) سے ہے ٹانگوں کے درمیان (شرم گاہ) سے نہیں)۔ اندازہ لگائیں یہاں جوش آرہا ہے ہیجڑوں کو تحفظ اور حقوق دینے پر اور یہ خدمت Transgenderism کی چھتری تلے ہو رہی ہے جس کا خناث سے کوئی واسطہ ہی نہیں۔ دوسری طرف مکمل مرد اور مکمل خواتین جنہیںbiologically (حیاتیاتی اعتبار سے) کوئی مرض لاحق جنس بدلنے میں مصروف ہیں۔

دنیا بھر میں ایسے واقعات ہزاروں کی تعداد میں ہیں، کئی گھروں کا سکون برباد اور بہت سے خاندان بری طرح متاثر ہوئے، معاشرے میں سخت خرابیوں نے جنم لیا، بچوں کی تربیت میں شدید خرابیاں واقع ہوئیں اور نوجوان بچوں کے والدین بھی سخت اذیت سے گزرے۔

ٹرانس جینڈر ایکٹ (۲۰۱۸ء) پر ایک نظر

یہ ایکٹ ہیجڑوں کے تحفظ، امداد اور بھلائی کے نام پر بنایا گیا لیکن اسے نام ٹرانس جینڈر ایکٹ کا دے کر ٹرانس جینڈروں میں خنثی، مخنث، ٹرانس جینڈر مرد، ٹرانس جینڈر عورت، خواجہ سرا کے علاوہ Gender اور Sex میں فرق کی بنیاد پر Gender identity اور Gender expression جیسی اصطلاحات کی مدد سے مکمل مرد و عورت کو بھی جنس بدلنے کا موقع دے کر ٹرانس جینڈروں میں داخل کر دیا، یہ بہت افسوس ناک ہے۔ لفظ Transgender مغربی ممالک میں جس طرح استعمال ہوتا ہے ویسے ہی یہاں بھی اسے Umbrella trem (وسیع تر اصطلاح) کے طور پر استعمال کیا نیز اس میں کہیں Gender اور Sex میں فرق کیا گیا ہے تو کہیں ان دونوں لفظوں کو ایک دوسرے کے مترادف بنایا گیا جو بذات خود تناقض ہے (اس پر پہلے بحث ہو چکی)۔

ایکٹ ۲۰۱۸ء کے مطابق تو ہر فرد کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ اپنے تصور کے مطابق اپنی جنس بدل لے (مرد سے عورت یا عورت سے مرد ہو جائے) اور سرکاری محکموں کو اس فرد کے تصور کے مطابق اس سے رویہ اختیار کرنے اور اس کی بتائی ہوئی جنس کے مطابق پیش آنے کا پابند بھی کیا (یعنی دوران مخاطبت مذکر و مؤنث کے صیغوں کا استعمال اس فرد کے تصور کے مطابق ہو جو وہ اپنے لیے رکھتا اور دوسروں کو بتاتا ہے) لیکن Rules 2020 کے مطابق شناختی کاغذات) شناختی کارڈ (CNIC) ، گاڑی و اسلحہ وغیرہ کے لائسنس، کسی ادارے میں تعلیم یا ملازمت کی سند وغیرہ (میں جنس و نام کی تبدیلی کو معقول وجہ سے مشروط رکھا ہے (یہ شرط نادرا (Nadra) سے خاص ہے کیوں کہ باقی تمام کاغذات میں تبدیلی شناختی کارڈ (CNIC) میں ترمیم سے مشروط ہے)۔ اس مطالبے پر کیسی معقولیت درکار ہے اس پر بہت حد تک پیچھے بحث ہو چکی ہے؛ مزید بحث اسلامی تناظر میں آگے بھی آئے گی جس سے اس مسئلے کا حل نکالنا کوئی مشکل نہیں۔

Rules 2020 میں جنس کے لیے مذکر و مؤنث کے علاوہ Gender:X کا اضافہ بھی ہے (جو ہیجڑوں کی جنس سے خاص (شناختی) علامت تھی)۔ Rules 2020 میں ٹرانس جینڈر کو وسیع تر اصطلاح کی حیثیت سے لائے ہیں یعنی اسے ہیجڑوں سے خاص نہیں کیا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ Gender:X میں اصلی مرد و عورت کے علاوہ ہیجڑوں کے ساتھ دوسرے افراد بھی خود بخود داخل ہو جائیں گے جو معاشرے میں مسائل کے اضافے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ Rules 2020 میں کسی ملزم یا مجرم ٹرانس جینڈر کو

تفتیش یا سزا کے لیے ہم جنس افراد گرفتار کریں گے۔ تمام اداروں سے قطع نظر صرف پولیس پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے پولیس میں ہیجڑے ہیں ہی نہیں۔ اگر خنثیٰ کو حراست میں لینا ہو تو پولیس میں خنثیٰ ملنا ہی نہیں۔ اب اس کام کے لیے پولیس میں خناث کو بھرتی کریں؟ (خنثیٰ پر بحث پہلے گزر چکی مزید بحث آگے آتی ہے)۔ مزید یہ کہ ان کے مطابق تو ہیجڑا Gender:X میں آتا ہے، اب کسی ہیجڑے کو گرفتار کرنا ہو گا تو ہیجڑا پولیس افسر یا سپاہی کہاں سے لایا جا سکتا ہے۔ (ہیجڑا کون ہوتا ہے اور اس کا حکم کیا ہے اس پر بحث ہو چکی مزید آگے آئے گی)۔

ٹرانس جینڈر کو جب لائے ہی Umbrella term (وسیع تر اصطلاح) کی حیثیت سے (جو بلا شبہ بے دلیل ہے جس پر پہلے بحث ہو چکی، کچھ حصہ آگے آتا ہے) اس میں ہم جنس پرست مرد و عورت اور بے جنس (Gay, Lesbian and Asexual) سب شامل ہیں۔ اب پولیس میں ان کی بھی بھرتی ہو گی؟ ان کے لیے حراست خانوں، جیل خانوں، طہارت خانوں کا ذکر تو Rules و Act میں آ گیا لیکن بات پھر وہیں ہے کہ وسیع تر اصطلاح میں صرف ٹرانس مرد (Trans man) ٹرانس عورت (Trans woman) خصی (Eunuch) نہیں سے خاص نہیں، اس میں تو ہم جنس پرست مرد (Gay)، عورت (Lesbian) اور بے جنس (ASexual) وغیرہ بھی شامل ہیں۔ مسائل یوں ہی چلے تو یقیناً چند دنوں بعد قوانین و سہولیات میں اضافوں کے لیے وطن عزیز کے قانون ساز سر جوڑ کر بیٹھے ہوں گے۔

اپنے ہاتھوں سے قوم کے لیے نئے مسائل گھڑنا

مسئلہ جیسے چل رہا ہے اس سے الجھنوں میں اضافہ ہو گا اور حالات آئندہ بہت گھمبیر صورت اختیار کریں گے۔ یہاں چند مسائل کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

کوئی مرد عمیق سوچ پر مبنی اپنے ذاتی خیال و احساس کے سبب عورت ہو گیا، اب وہ کسی مرد سے شادی کر لے تو معاشرے میں ہم جنسیت کا مسئلہ اٹھ جائے گا جو اسلام میں ممنوع اور پاکستان کے قانون دفعہ 377 کے مطابق اس جرم کی سزا کم از کم ۲ سال اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ سال ہے۔

کھیلوں Sports میں جب کوئی فرد مردوں کے خانے میں یا خواتین کے دائرے میں داخل ہو گا تو قوانین میں سخت تصادم واقع ہونا ہے پھر نئے قوانین کے لیے مغز پر دباؤ بڑھے گا لیکن مسائل بڑھنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

کوئی عورت مرد ہو گئی ہو اور وہ مردوں کے ساتھ بحیثیت مرد مقابلے میں اترے تو مردوں کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی کیوں کہ ان کے Muscels, hormones, homoglobin وغیرہ میں پیدائشی فرق ہوتا ہے اور مرد خواتین کے مقابلے میں زیادہ وقت والے ہوتے ہیں۔ لیکن عورتوں کے مقابلے میں کسی مرد نے عورت کا روپ اختیار کر کے آنا ہے تو خواتین کو سخت پریشانی ہو گی۔ اس کا حل اس کے علاوہ کوئی نہیں نکلے گا کہ خواتین کا مقابلہ کسی Transgender woman (ٹرانس جینڈر عورت) سے ہو ہی نہیں اور ٹرانس جینڈروں کو خواتین کے کھیلوں سے بالکل باہر رکھا جائے لیکن ایسے ہوا تو ٹرانس جینڈر اپنے حقوق کا رونا رو رو کر آنسوؤں کا سیلاب لے آئیں گے۔ یہ کوئی نئی باتیں نہیں بلکہ یہ مسائل International olympics وغیرہ میں اٹھ چکے ہیں اور وہ لوگ قانون سازی پر قانون سازی کرنے میں مصروف ہیں لیکن کوئی ایسا حل ان کے ہاتھ نہیں آتا جس سے مسائل ختم ہوں۔

اسکول، کالج، یونیورسٹی، کوچنگ سینٹر وغیرہ میں سیٹوں، شناختوں حتی کہ Toilets میں مسئلے ہوں گے۔

جائیداد کی تقسیم میں مسائل اٹھیں گے، عورت مرد ہو جائے تو اس کا شرعی حصہ بڑھ جائے گا، ہمارے معاشرے میں تو ایسے فرد کو Physical Torture (جسمانی تشدد) سے ہی صحیح یا موقف سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا جائے گا، جب یہ ہو گا تو تھانوں اور عدالتوں میں نئے مقدمات (Cases) میں ٹرنس جینڈروں کی تعداد کے حساب سے اضافہ ہو گا اور پریشانیاں بڑھیں گی۔

تعلیمی نشستوں اور سرکاری ملازمتوں میں حق تلفی ہو گی اور کوٹا سسٹم بری طرح متاثر ہو گا، اس کے علاوہ سرکاری محکموں اور اسکول، کالج وغیرہ میں زنانے کیسے بڑھنا ہے وہ تو بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ قوم کی تربیت بھی سب کے سامنے ہے اور مغربی ممالک میں جو ہوا اس سے بھی سبق مل سکتا ہے۔

کوئی آدمی چوری یا قتل کرے ایسا شخص مجرم ہوتا ہے، اس کو قانون کے مطابق سزا دی جاتی ہے لیکن کوئی شخص جرم کر کے نادرا کے دفتر (Nadra office) جائے اور خود کو مرد سے عورت کر لے؛ نام بھی بدل کر عورتوں والا رکھ لے، جب پولیس اس کو مجرم کی حیثیت سے گرفتار کرنے آئے تو یہ کہے مجرم تو کوئی اور ہو گا میری شناخت تو یہ ہے۔۔ اب ایسے شخص سے پولیس کیسے پیش آئے اور عدالت اسے کس حساب سے سزا دے گی اس سب کے لیے قانون ساز سر جوڑ کر بیٹھے ہوں گے لیکن مسائل بڑھنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

کسی آدمی کو مردوں کی جیل میں احساس ہو کہ پیدائش کے وقت اسے جو جنس تفویض ہوئی وہ غلط تھی اور

وہ اپنی جنس بدل کر عورت ہو جائے تو ایسے شخص کو مردوں کی جیل کے بجائے عورتوں کی جیل میں ڈالا جائے؟ اگر اس طرح ہوا تو وہاں ایسا شخص جو خرابیاں پیدا کرے گا وہ تو بتانے کی ضرورت ہی نہیں۔ مغربی ممالک میں ایسے ہوا ہے بلکہ ایسے افراد نے جیل خانوں میں خواتین کو زنا کے ذریعے حاملہ کر دیا۔

جنس کی تبدیلی کا مسئلہ بطور فیشن بھی اختیار کیا جائے گا جیسے امریکہ، کینیڈا، برطانیہ وغیرہ میں ہوا اور معاشرے کے مسائل میں بہت تیزی سے اضافہ ہو گا، جیسے ان ممالک میں ہو چکا ہے۔ ایسے ممالک جن میں مردوں اور عورتوں نے Hormones therapy ودیگر طبی طریقوں سے بطور فیشن یا لاعلمی یا معاشرے کے برے افراد کے وسوسوں میں آکر جنس میں تبدیلی کی کوشش کی انہوں نے اپنی زندگیاں برباد کر ڈالیں اور اب ان کے پاس پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں، ان کی داستان سن کر روح کانپ اٹھتی ہے۔ جن افراد سے یہ غلطی سرزد ہوئی ان میں سے بہت سارے اس قبیح فعل سے سختی سے دوسروں کو روکتے ہیں۔

بچوں کو بہت آسانی سے کسی برائی میں دھکیل دیا جاتا ہے اور وہ ناسمجھ ہونے کی وجہ سے اچھائی و برائی میں فرق نہیں کرتے۔ کئی ممالک میں بچوں نے Sex (جنس) میں تبدیلی کی جس سے ان کے والدین اور خاندان والے سخت پریشانیوں میں مبتلا ہوئے اور اس غلط و خلاف فطرت قانون کی وجہ سے سب کی زندگیاں بری طرح متاثر ہوئیں۔ ایسے قانون کو یہاں لاگو کرنے سے مذہب کی مخالفت ہو گی اور ساتھ ہی دوسروں کی تباہی کی وجہ جان کر بھی سبق حاصل نہ کر کے جہالت کا مظاہرہ بھی ہو گا۔

کچھ لوگ معاشرے میں جنس بدلیں گے تو دوسرے کم علم افراد ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوں گے اور اس پریشانی میں مبتلا ہونے والوں کی بڑی تعداد کم عمر نوجوان لڑکوں / لڑکیوں کی ہو گی جیسا کہ مغربی ممالک میں یہ ہوا اور آج وہ لوگ سخت پریشانی میں مبتلا ہیں۔

ایسے بے شمار مسائل جنم لیں گے اور معاشرہ ناقابل تلافی نقصان اٹھائے گا جیسا کہ دوسرے ممالک میں ہوا اور آج سوسائٹی کو بہتر کرنے کے معاملات ان ممالک کے ہاتھوں سے نکل چکے ہیں، کوئی تدبیر ان کی سوسائٹی کو تباہی و بربادی سے نہیں بچا رہی۔

یہاں مسائل کی فہرست دینا مقصد نہیں بلکہ صرف پیغام دینا ضروری ہے کہ صرف ایک غلطی سے اپنے کمزور معاشرے کو کس طرح مزید خراب کر دیا جائے گا۔

نوٹ: جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ Transgenders کے نام پر ہیجڑوں کو حقوق دیے جائیں گے وہ

سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں، Trasngenderism کی چھتری تلے Gay (ہم جنس پرست مرد)، Lesbian (ہم جنس پرست عورت)، Asexual (بے جنس) وغیرہ بھی آتے ہیں۔ ٹرانس جینڈروں کے حقوق میں یہ امر ابھی پوشیدہ ہے جو آنے والے وقت میں اسی طرح ظاہر ہو گا (جیسے مغربی ممالک میں ہوا) کہ ہم جنس پرست عورت ہو یا ہم جنس پرست مرد؛ انہیں معاشرے میں ان کی پسند کے مطابق جسمانی لذت حاصل کرنے کا اختیار حاصل ہو۔

زیر بحث مسئلہ اور اسلام

جنس کی تبدیلی دراصل شیطانی ہتھکنڈا ہے، قرآن مجید میں ہے:

﴿وَّ لَاُضِلَّنَّهُمْ وَ لَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَ لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ وَ مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾ (سورۃ النساء ۱۱۹)

"(شیطان نے کہا) اور ضرور ان کو گمراہ کروں گا اور امیدیں دلاؤں گا اور سیکھاؤں گا جانوروں کے کان کاٹنا اور حکم کروں گا کہ اللہ تعالی کی بناوٹ کو بدل دیں۔ جو کوئی اللہ کے علاوہ شیطان کو دوست بنائے گا وہ بلاشبہ واضح نقصان میں ہو گا۔"

اللہ کی تخلیق کو بدلنا قرآنی تعلیمات کے مطابق شیطانی فعل ہے۔ خصی یا مخنث وغیرہ ہونا بھی ہے اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا ہے۔

رد رسول الله صلى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل و لو اذن له لاختصينا[1].

"رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون کو عورتوں سے الگ رہنے سے منع کیا اور (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اگر ان کو) اجازت مل جاتی تو یقینا ہم خصی ہو جاتے۔"

دراصل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوچا تھا کہ خانہ داری ایک بڑی ذمے داری ہے جس کی ادائیگی سے اللہ کی عبادت میں کمی آتی ہے اس لیے اگر عورتوں سے الگ رہنے کی اجازت مل جائے تو ہمیں نہ خواتین سے کسی قسم

---

[1] صحیح بخاری-کتاب النکاح، باب ما یکرہ من التبتل و الخصاء: ۵۰۷۳- سنن ترمذی، کتاب النکاح عن رسول ﷺ، باب:ما جاء فی النھی عن التبتل: ۱۰۸۳

کی رغبت رہے گی نہ خانہ آبادی تک معاملہ پہنچے گا اور ہم اس بڑی ذمے داری سے بے پرواہ ہو کر اپنے رب کی عبادت ورضا میں مشغول ہو جائیں گے لیکن یہ معاملہ خلاف فطرت و مقصد تھا تو نبی ﷺ نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نیت صاف اور مقصد زیادہ سے زیادہ عبادت میں مشغول رہنا تھا لیکن شریعت نے پھر بھی اس فعل سے منع کر دیا، اجازت تو صرف عورتوں سے الگ رہنے کی مانگی تھی جس سے منع کر دیا گیا تو غلط نیت یا شیطان کے بھکاوے میں آکر جنس میں تبدیلی کا عمل کس قدر غلط ہو گا۔

سوشل کنسٹرکٹ اور اسلام

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (الدھر : 6)

یقیناہم نے انسان کو پیدا کیا (عورت و مرد کے) ملے ہوئے نطفے سے آزمائش کے لیے بنایا اس (انسان) کو دیکھنے اور سننے والا بنایا۔

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾

(البقرة:۳۱)

اور آگاہ کیا آدم کو تمام اشیا کے ناموں سے پھر ان اشیا کو فرشتوں کے سامنے رکھا اور کہا بتاؤ مجھے ان چیزوں کے نام اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔

﴿وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (البقرة:۳۵)

اور ہم نے کہا اے آدم تم اور تمھاری بیوی جنت میں رہو اور اس (جنت) میں جہاں سے چاہو خوب کھاؤ اور اس درخت کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

﴿فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَن تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُل لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ﴾

(الأعراف ۲۲)

گرا دیا (شیطان نے) دونوں (آدم و حوا) کو دھوکے سے پھر جیسے ہی (انہوں نے) درخت سے چکھا تو دونوں کے ستر ظاہر ہو گئے اور انہوں نے اپنے ستر جنت کے پتوں سے ڈھانکنے شروع کیے ایسے میں

ان سے مخاطب ہوا ان کا رب اور فرمایا کیا میں نے تمھیں اس درخت سے نہیں روکا تھا اور نہیں بتایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

﴿قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

(البقرة: ۳۸)

ہم نے کہا تم سب اتر جاؤ (جنت سے دنیا میں) پھر جب آئے گی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت توجو اس ہدایت کی تابع داری کریں گے وہ نہ تو خوف میں مبتلا ہوں گے اور نہ غمگین ہوں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام بتائے، کسی چیز کا نام جاننا پہلا مرحلہ ہے؛ معرفت اس کے بعد کی چیز ہے نیز اسم کے ساتھ مسمی کا علم بھی ضروری ہے، آدم علیہ السلام اس سے بھی واقف تھے۔ اللہ تعالی نے انسان کو دیکھنے اور سننے والا بنایا، انسان کو اچھائی و برائی کا علم بھی عطا کیا اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ علم کا تعلق دیکھنے اور سننے کے ساتھ ہے۔ آدم علیہ السلام کو اشیا کا علم تھا اسی لیے ان کو درخت کے پاس جانے سے منع کیا گیا تھا۔ حیا اور جسم کو چھپانا انسانوں میں فطری ہے اسی لیے ستر کھلتے ہی آدم و حوا علیہما السلام انہیں ڈھانکنے لگے۔ جنت سے جب دنیا میں بھیجا تو بتا دیا کہ آسمانی ہدایت آئے گی اسی کی پیروی میں انسانوں کی دنیا اور آخرت میں فلاح ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلامی میزان میں اس سماجی ساخت کی کوئی حیثیت جو بعض گمراہ لوگ چند ماہرین عمرانیات سے آنکھیں بند کر کے وصول کر رہے ہیں اور معاشرے میں اس گمراہی کو ایسی اہم چیز بنا کر پیش کرتے ہیں کہ کہ اس کے بغیر انسانوں کا گزارا ناممکن ہے۔

مسلمانوں کا تو صاف ماننا ہے کہ جس دن سے انسان دنیا میں بسنا شروع ہوئے ہیں اسی وقت سے آسمان سے ہدایت پہنچنے کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا اور ہر نبی کو اللہ کی طرف سے ہدایات بذریعہ وحی ملتی رہیں حتی کہ یہ سلسلہ خاتم النبیین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ایسے ہی چلا۔ اللہ تعالی نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ [النساء:۱۶۳]

”اور بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی جیسے نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد آنے والے تمام نبیوں کی طرف وحی کی“۔

اب انسانوں کے لیے ہر قسم کی رہنمائی قیامت تک کے لیے کتاب و سنت میں محفوظ و موجود ہے۔ اسلامی

تعلیمات میں سے ہے کہ سوسائٹی کی بنیادیں حضرت محمد ﷺ کی سیرت سے لیں اور سوسائٹی اللہ کے پیغمبر کے طریقے کے مطابق بنائیں اور چلائیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلام کا اپنا معاشرتی نظام ہے جس میں سوسائٹی بنانے اور چلانے کے اصول موجود ہیں۔

سوسائٹی سے قبل مذکر و مونث کا متعین ہونا

اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا پھر ان کے سکون کے لیے ان ہی کی پسلی سے حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔ آدم علیہ السلام کو مرد بنایا اور حوا علیہا السلام کو عورت۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب سوسائٹی کا عملی وجود تو دور اس کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا آباد ہونے سے پہلے ہی مذکر و مونث کی تقسیم موجود تھی اور یہ من جانب اللہ تعالی تھی۔ آج کل Transgenderism نے Socail construction of reality کے سہارے باطل فلسفے کو پروان چڑھانے کے لیے جو کوشش جاری رکھی ہوئی ہے وہ سراسر اسلام سے متصادم ہے۔

جنس کا مسئلہ مقدر کی بات ہے

کسی کا مرد ہونا اور کسی کا عورت ہونا دراصل قسمت ہے۔ یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن میں انسانوں کے پاس کوئی اختیار نہیں۔ مثلاً کوئی سوچے میں اب کیوں پیدا ہوا؛ پہلے کیوں نہیں پیدا ہوا یا بعد میں کیوں دنیا میں نہیں آیا؟، میرے والدین یہی کیوں ہیں؛ فلاں فلاں کیوں نہیں؟ میں اس علاقے ہی میں کیوں پیدا ہوا فلاں علاقے میں کیوں نہیں پیدا ہوا؟ میری عمر اگر تریسٹھ سال تقدیر میں لکھی ہے تو وہ اس سے زیادہ کیوں نہیں؟ میرے والدین کے بھائی بہن فلاں فلاں کیوں ہیں فلاں فلاں کیوں نہیں؟ میرے دادا اور پردادا وغیرہ یہی کیوں ہیں وہ کیوں نہیں؟۔۔۔ ان باتوں کے علاوہ بہت سی باتیں انسانوں کے اختیار سے باہر ہیں۔ یہ سمجھنا کہ جنس کا مسئلہ معاشرے اور انسانوں کی عقل و قبولیت و اثر کا نتیجہ ہے اسی لیے کسی کو مذکر اور کسی کو مونث ٹھہرایا جاتا ہے تو یہ فلسفہ مذہب سے صریح لاعلمی پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ عقل سلیم کے بھی خلاف ہے۔ آج کل لادین افراد جو خدا، آخرت و مذہب میں یقین نہیں رکھتے انہیں یہ فلسفہ بہت اچھا لگتا ہے۔

جسم مذکر اور روح مؤنث

ہیجڑوں کا ماننا ہے کہ ان کا جسم مذکر (مرد) کا ہوتا ہے لیکن ان میں روح مؤنث (عورت) کی ہوتی ہے اس لیے انہوں نے اپنے جسم کو اپنی روح کے مطابق کر لیا۔ ان کی اس بات سے پہلی چیز تو یہ واضح ہوئی کہ ارواح میں

بھی مذکر و مونث کی تقسیم ہے۔ مزید یہ کہ ہم کوئی برا کام کرتے ہیں تو اس میں روح کو دست اندازی کا کوئی اختیار نہیں ہوتا، ہمارے ہاتھ پیر و دیگر اعضا ہی حرکت میں ہوتے ہیں۔ مثلا کوئی کسی کو بلاوجہ تھپڑ مارے یا کسی کو نقصان پہنچائے یا کوئی بھی جرم صادر ہو، جب مواخذہ ہو تو کہا جائے جسم نے کچھ نہیں کیا جو کیا روح نے کیا ہے پھر اس پر خواہش یہ ہو کہ جسم کو بے قصور سمجھتے ہوئے سزا نہ دی جائے؛ ظاہر ہے ایسے کسی فلسفے کو کوئی سمجھدار شخص تسلیم نہیں کرتا نہ کرے گا۔ روح تو یہاں دراصل جسم کے تابع ہے، دنیوی قوانین میں جزا و سزا کے لیے روح کی کوئی جگہ نہیں ان کا تعلق جسم سے ہے۔ کسی نے کسی کے جسم کو نقصان پہنچایا تو انتقاما جسم ہی کو یکساں نقصان پہنچایا جاتا ہے یا بدلے میں قانون کے مطابق کوئی اور جرمانہ عائد ہوتا ہے؛ یہ نہیں ہوتا کہ کوئی کسی جسم کو نقصان پہنچائے تو اس کے عوض نقصان پہنچانے والے کی روح کو پکڑا جائے یا روح سے جرمانہ وصول کرنے کا مطالبہ رکھا جائے۔ اگر کوئی کسی کی ہڈی توڑ دے اور قانون کی زد میں آنے سے قبل مر جائے تو بدلے میں کسی دوسرے شخص کی ہڈی نہیں توڑی جاتی نہ اس فعل پر جرمانہ کسی دوسرے سے وصول کیا جاتا ہے اور نہ ہی مرنے والی کی روح کو تلاش کرنے میں وقت برباد کیا جاتا ہے۔

ہیجڑوں کے اس فلسفے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ان کے مطابق روح باشعور ہے اسی لیے انہوں نے اپنے جسم کو روح کے مطابق کر لیا۔ ان کو کرنا تو یہ چاہیے تھا کہ اپنی روح کو جسم کے مطابق ڈھالتے۔ اگر یہ ویسے کر سکتے ہیں تو یہ ایسے بھی کر سکتے ہیں اور ایسے کرنا ہر طرح سے زیادہ آسان بھی ہے۔

کیسے احساس ہوا کہ آپ کے اندر عورت کی روح ہے؟ تو جواباً کہتے ہیں بچپن میں گڑیا سے کھیلنا، کپڑے سینے کا شوق، مزید وہ معاملات جن کا تعلق خواتین سے ہوتا ہے ہم میں پائے جاتے تھے۔ غور کریں ان کے اس جواب میں کوئی تسکین نہیں، ان چیزوں کا تعلق روح سے بالکل نہیں، مختلف وجوہ سے یوں ہوتا ہے۔ مثلا معمول کے مطابق بچوں کا چھوٹی عمر میں زیادہ وقت ماں کے ساتھ گزرتا ہے اور اگر بچہ ایک ہی ہو تو وہ ماں سے زیادہ اثر لیتا ہے، چھوٹے بچوں میں دیکھ کر سیکھنے کی عادت ہوتی ہے اسی لیے وہ دوسروں کو جس طریقے سے کچھ کرتے دیکھتے ہیں وہی کرنے لگتے ہیں، ماں کے ساتھ زیادہ وقت گزرتا ہے تو ماں کی حرکات و عادات اپناتے ہیں۔

کسی گھر میں مرد زیادہ ہوں اور عورت ایک ہی ہو تو اس گھر میں چھوٹی بچی اپنے لیے مذکر کے صیغے استعمال کرتی ہے۔ بڑے بچوں کا اثر چھوٹے بچے فورا قبول کرتے ہیں، لڑکا بڑا ہو اور لڑکی چھوٹی ہو تو لڑکی مذکر کے صیغوں کے علاوہ لڑکے کے کپڑوں میں بھی دلچسپی رکھتی ہے اور عادتیں بھی وہی اختیار کرتی ہے جو لڑکے سے

ظاہر ہوتی ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ جیسے جیسے شعور بڑھتا ہے یہ چیزیں بچی سے نکل جاتی ہیں۔

گھر میں مرد کم ہوں اور لڑکے کو مرد سے وقت کم یا ملتا ہی نہ ہو اور لڑکے کے وقت کا اکثر حصہ خواتین کے درمیان گزرتا ہو تو وہ خواتین کی طرح بولنا اور اشارے کرنا شروع کر دیتا ہے، بعد میں لڑکوں کے درمیان رہنے سے یہ چیزیں اس سے بہت جلد ختم ہو جاتی ہیں، کبھی ایسے ہوتا ہے کہ گھر والے توجہ نہیں دیتے اور لڑکے کو دوسرے لڑکوں میں وقت گزرانے کے مواقع بھی میسر نہیں آتے اور بچے کی عادتیں ذرا پکی ہو چکی ہوتی ہیں پھر ایسی چیزیں ذرا دیر سے چھوٹتی ہیں، مختلف طریقوں سے ان چیزوں کو بچے میں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اس سب کے باوجود لڑکے کو لڑکی نہیں کہا جاتا۔

القصہ یہ مسئلہ دراصل کم عقلی اور کبھی ماحول کے اثر سے ہوتا ہے جو عقل میں اضافے اور ماحول صحیح ہونے یا بدلنے سے حل ہو جاتا ہے۔ اس کا عورت کی روح اور مرد کا جسم ہونے والے فلسفے سے کوئی تعلق نہیں۔

ایسے بھی ہوتا ہے کہ گھر میں لڑکیوں پر کم اور لڑکوں پر زیادہ توجہ ہوتی ہے جس کے نتیجے میں لڑکیوں میں احساس کمتری کو جگہ ملتی ہے پھر حسد یا کسی اور خیال سے لڑکی لڑکا بننے کی کوشش کرتی ہے۔ اس صورت میں والدین قصوروار اور سخت غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں، ایسی صورت میں والدین کو حد درجہ محتاط ہونا چاہیے۔

مغربی ممالک میں جن لڑکیوں نے Sex reassingment surgery (جنس باز تفویض جراحت) کی طرف قدم اٹھا کر اپنی زندگیاں تباہ کیں ان سے جب اس عمل کی وجہ پوچھی گئی تو مختلف وجوہ کے علاوہ (بعض لڑکیوں کے مطابق) والدین کا لڑکوں کی طرف زیادہ متوجہ رہنا اور لڑکیوں پر کم توجہ بھی اہم وجہ تھی۔

اس بحث سے ایک بات بالکل واضح ہے کہ ہیجڑوں کو حیاتیاتی طور سے (Biologically) اپنا مرد ہونا معلوم ہے۔

خنثیٰ و مخنث

خنثیٰ "خنث" سے ہے جس کا مطلب نرمی ہے۔ اصطلاح میں:

اذا کان للمولود فرج و ذکر فھو خنثی[1].

"کسی بچے میں فرج و ذکر (دونوں ہوں) تو وہ خنثیٰ ہے۔"

---

[1] مختصر القدوری، کتاب الخنثی، ص 137،- شرح فتح القدیر علی الھدایة ۵۳۹/۱۰

دوسرے الفاظ میں مزید تفصیل سے:

من له ذكر كالرجل و فرج كالنساء او لا يكون له ذكر ولا فرج و يكون له ثقب يبول منه[1]-

”جس کا ذکر ہو (جس سے پیشاب نکلتا ہے) جیسے مرد کا ہوتا ہے اور ساتھ شرم گاہ بھی ہو جس طرح عورت کی ہوتی ہے یا یہ (ذکر و فرج) دونوں نہ ہوں صرف ایک سوراخ ہو جس سے پیشاب نکلے۔“

مخنث اسی (خنث) سے اسم مفعول ہے۔ اصطلاح میں مخنث سے مراد وہ مرد ہے جو گفتگو یا چال یا دیگر حرکتوں میں عورتوں کی مشابہت کرے۔

مخنث دو طرح کا ہوتا ہے (۱) پیدائشی (۲) بناوٹی۔

پیدائشی مخنث گناہ گار نہیں لیکن جو بالتکلف ایسا ہو وہ شرعاً مجرم ہے۔

خنثیٰ تیسری جنس ہے؟

خنثیٰ کی تعریف (بااعتبار لغت، فقہا و ائمہ) پر نظر ڈالنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خنثیٰ نہ مرد (مذکر) ہے نہ عورت (مؤنث)۔ علم طب اور تاریخ سے اس جنس کا وجود ثابت ہے۔ ان چیزوں پر غور کرنے سے جب یقین ہو حاصل ہو جائے تو خنثیٰ کو تیسری جنس ماننے میں کوئی پریشانی نہیں؛ البتہ اسلامی احکام کے اعتبار سے خنثیٰ کی تفتیش کے بعد اس پر مذکر یا مؤنث ہی کے احکام لاگو ہوتے ہیں کیوں کہ ہر انسان کا طبیعی رجحان مذکر یا مؤنث میں سے کسی ایک جنس کی جانب ہی ہوتا ہے۔ خنثیٰ سے متعلق چند اسلامی احکام استثنائی صورت اختیار کرتے ہیں باقی تمام احکام مرد و عورت کے دائرے ہی میں رہتے ہیں۔

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ خنثیٰ تیسری جنس نہیں، جنس کی صرف دو ہی صورتیں ہیں: مذکر اور مؤنث۔ اس موقف کی تائید میں قرآن مجید سے یہ آیت بھی پیش ہوتی ہے:

﴿ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ﴾ (النساء:۱)

”اے لوگو! تقویٰ اختیار کرتے رہو اپنے اس رب کا جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا (پہلے) اس

---

[1] الحاوی الکبیر فی فقه مذهب امام شافعی، باب میراث الخنثی: ۸/ 168

نے اسی ایک جان (آدم) میں سے اس کا جوڑا (حوا کو) پیدا کیا پھر ان دونوں سے پھیلائے بہت سے مرد اور عورتیں)۔"

ان کا کہنا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف مذکر و مؤنث ہی کا ذکر کیا ہے اگر کوئی تیسری جنس ہوتی تو اللہ اس کا ذکر بھی کرتا۔

مختصراً عرض ہے کہ بوقت پیدائش کسی کا مذکر یا مؤنث ہونا عام ضابطے کے مطابق شرم گاہ کو دیکھ کر ہی طے ہوتا ہے۔ نومولود میں مرد و عورت دونوں کے تناسلی آلات ہوں تو اس کو ایک نظر میں نہ لڑکا کہا جاتا ہے نہ لڑکی۔ فقہا ایسے معاملے میں دیکھتے تھے کہ اس فرد کا پیشاب کس مقام سے نکلتا ہے (ذکر سے یا فرج سے)، جس مقام سے پیشاب کا اخراج ہوتا ہے اسی حساب سے مذکر یا مؤنث تصور کرتے، اگر دونوں جگہ سے پیشاب نکلتا تو دیکھتے کہ پہلے کہاں سے خارج ہوا، اگر دونوں جگہ سے ایک ساتھ پیشاب نکلتا تو مزید انتظار کرتے اور آئندہ ظاہر ہونے والی علامات کو دیکھ کر مسئلہ حل کرتے مثلاً داڑھی آجائے، مردوں جیسی بہادری ہو وغیرہ تو ایسے فرد کو مذکر کے درجے میں رکھتے، اگر پستان ابھر آتے یا حیض آتا وغیرہ تو مؤنث کے درجے میں رکھتے)۔ دونوں جنس (مذکر و مؤنث) کی علامتیں پائی جاتیں تو معاملہ اٹکا رہتا، اس صورت میں ایسے فرد کو فقہا 'خنثیٰ مشکل' کہتے ہیں۔

یہ سب فرد پر حکماً مذکر یا مؤنث کے اسلامی احکام لاگو کرنے کے لیے ہوتا ہے نہ اس لیے کہ ایسے فرد کو حقیقی مذکر یا مؤنث ہی مانا جائے (ورنہ احکام میں کسی استثنا کی ضرورت ہی نہیں رہتی)۔ ظاہر ہے کسی فرد میں مذکر و مؤنث دونوں کے تناسلی آلات ہوں تو ایسے فرد کو کیسے مذکر یا صرف مؤنث قرار دیا جاسکتا ہے؟۔

رہا اس آیت سے استدلال تو پہلی بات یہ ہے کہ اس آیت میں تیسری جنس کی نفی نہیں۔

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ (الانسان ۲)

"یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا (عورت و مرد کے) ملے ہوئے نطفے سے آزمائش کے لیے اور اس (انسان) کو دیکھنے اور سننے والا بنایا۔"

اس آیت کے مطابق انسان کو دیکھنے اور سننے والا بنایا، سوال ہے کیا انسانوں میں اندھے اور بہرے نہیں ہوتے؟ کوئی یہ نہیں کہتا انسانوں میں اندھے اور بہرے نہیں ہوتے اگر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ذکر بھی اس آیت میں کر دیتا۔ دراصل انسانوں میں اکثر دیکھنے اور سننے والے ہیں اس لیے شمار میں جو زیادہ ہیں آیت میں ان ہی کی بات ہوئی۔ یہی معاملہ اس آیت کا بھی ہے یعنی اکثر انسان مذکر یا مؤنث ہی ہوتے ہیں اس لیے آیت میں جنس مذکر و جنس مؤنث کی بات ہوئی اور تیسری جنس کی کوئی نفی نہیں۔

جب عام بات ہوتی ہے تو معمول سے ہٹی ہوئی بات کو بیان نہیں کیا جاتا۔ مزید یہ کہ اس آیت میں غور کریں تو یہاں بات نفس واحد (آدم علیہ السلام) سے پیدا ہونے پھر اسی سے اس کے زوج (حوا) کا نکلنا پھر ان دونوں (آدم وحوا علیہما السلام) سے نسل کے جاری ہونے کا بیان ہے۔ یعنی اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ نسل کا بڑھنا عموماً مذکر و مؤنث سے ہے صرف مذکر مذکر یا مؤنث مؤنث یا مذکر خنثی یا مؤنث خنثی سے نسل نہیں بڑھ سکتی۔ آیت میں "بث منهما" سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ خنثی لاکھوں کروڑوں میں ایک ہوتا ہے۔

احکام مذکر یا مؤنث: مخنث کا معاملہ مردوں والا ہوگا اور خنثی میں علامات ورجحان وغیرہ کو دیکھا جائے گا پھر ایک جنس کے احکام لاگو ہوں گے۔

وراثت: خنثی کی وراثت میں اس کے غالب رجحان کو دیکھ کر مسئلہ طے ہوگا، اگر ورثا میں اختلاف ہو جائے تو خنثی کی ماضی میں گزاری ہوئی زندگی پر نظر ڈالیں گے، اس کی بول چال، اوڑھنا پہننا وغیرہ بھی پیش نظر رکھیں گے۔ خوب تفتیش کے بعد مسئلہ طے ہوگا۔

رہا مخنث کی وراثت کا مسئلہ تو یہ ہوتا ہی مرد ہے لہذا اس کا مردوں کے برابر حصہ ہوگا۔

نماز میں امامت: خنثی کے پیچھے مردوں کی نماز درست نہیں اور خنثی عورتوں کا امام بنے تو بعض کے نزدیک بلا کراہیت اور بعض کے نزدیک مکروہ لیکن نماز درست ہے۔ مخنث کے پیچھے جمہور کے مطابق نماز جائز نہیں۔ وہ علما جو ان کے پیچھے مردوں کی نماز کو درست سمجھتے ہیں ان کے مطابق بھی صرف ضرورت کے تحت ہی جائز ہے۔ مخنث کے لیے جائز نہیں کہ وہ عورتوں کی امامت اس حال میں کرے کہ درمیان میں بحیثیت امام کھڑا ہو اور خواتین صف بندی میں اس کے دائیں وبائیں ہوں۔

پردہ: خواتین پر لازم ہے جیسے وہ مردوں سے پردہ کرتی ہیں اسی اہتمام سے خنثی و مخنث دونوں سے پردہ کریں۔ خنثی کا مذکر و مؤنث ہونا واضح نہیں، مذکر و مؤنث دونوں میں ایک ہونے میں احتمال ہوتا ہے لہذا احتیاطاً پردہ ضروری ہے اور مخنث تو ہوتا ہی مرد ہے تو اس سے پردہ کرنا اسی طرح فرض ہے جیسے غیر محرم مرد سے۔

نکاح: خنثی کا نکاح ایک صورت میں درست ہے اور دوسری میں نہیں۔ خنثی کی دو صورتیں ہوتی ہے:

(۱) مرد و عورت دونوں کے آلات ہوں (۲) مرد و عورت دونوں کے آلات نہ ہوں بس ایک سوراخ ہو جہاں سے پیشاب جاری ہو۔

پہلی صورت: وہ خنثی جس میں مرد و عورت دونوں کے آلات ہوں اگر طبی علاج سے وہ ایک جنس میں

منقلب ہو سکے اور دوسری جنس کے اثرات اس میں سے ختم ہو جائیں۔ مثلاً اگر اس میں Uterus (رحم) ، Ovary(تخم دان)، Fallopian tubes(بنیض نالیاں ر رحم کی نالیاں) موجود ہوں تو ذکر (مرد کا آلہ تناسل) وغیرہ کو جراحت سے ختم کر کے Hormones میں مطابقت و ترمیم وغیرہ کے بعد اس کی شادی مرد سے بالکل درست ہے۔ اس کے برعکس اگر علاج کے ذریعے مردانہ جنس اختیار ہو سکے (جس کے امکانات پہلی صورت کے مقابلے میں بہت کم ہوتے ہیں) تو اس کی شادی عورت سے درست ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ ایسی عورت یا ایسا مرد بانجھ ہو تو ایسے میں شریعت رغبت دلاتی ہے کہ بانجھ کی جگہ ایسے فرد سے شادی ہو جو بانجھ نہ ہو لیکن بانجھ سے شادی حرام نہیں۔ بانجھ سے نکاح نہ کرنے کے حوالے سے جو حدیثیں ہیں وہ صحیح قول کے مطابق کراہت سے متعلق ہیں۔

دوسری صورت: وہ خنثیٰ جو پہلی صورت سے خارج ہو اس کی شادی عورت یا مرد سے درست نہیں، کیوں کہ جنسی طور پر یہ نہ مرد ہے نہ عورت [خنثیٰ کی تعریف پر ایک نظر ڈال لیں]۔ اسے شہوت آتی ہو تو یہ صبر کرے اور اس کے حصول کے لیے روزے بھی رکھے۔ دراصل یہ مقدر کا مسئلہ ہے جیسے کسی شخص کا پیدائشی اندھا یا لنگڑا یا بہرا وغیرہ ہونا۔ ایسے تمام افراد جو پیدائشی طور پر کسی نعمت سے محروم ہوں انہیں اللہ کے فیصلوں سے راضی رہنا چاہیے، ایسی مثبت سوچ کے ساتھ زندگی گزاریں جس سے انہیں اللہ کا قرب ملے، یہ سوچیں کہ جس صلاحیت سے وہ قدرتی طور پر محروم ہیں وہ ان کے حق میں بہتر ہے کیوں کہ ان صلاحیتوں کا وہ غلط استعمال کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے یہ کام مشکل ہے اور انسان کی فطری بے صبری بھی ہے۔ دنیا دار العمل اور آزمائش کی جگہ ہے، ہر شخص کی آزمائش اس کی ایمانی و جسمانی طاقت کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ مقدر ہی وہ چیز ہے جس پر ایمان لا کر انسان کسی بھی نقصان یا تکلیف پر فوراً صبر کر سکتا ہے نیز صابر یہ سوچ رکھتا ہے کہ یہی میرے لیے بہتر تھا۔ اس سوچ کے ساتھ وہ اپنے رب سے راضی بھی رہتا ہے اور اپنے رب کو راضی رکھنے کی کوشش اس امید سے کرتا ہے کہ اس کا رب اسے ہمیشہ کی زندگی میں صبر کی وجہ سے بہترین بدلہ دے گا۔

رہا مخنث کی شادی کا مسئلہ تو اس کا مذکر ہونا واضح ہے البتہ یہ دو میں سے کسی ایک حال میں ہوتا ہے:

(۱) مردانہ صلاحیت موجود (۲) خصی۔

مقدم الذکر صورت میں توبہ کے بعد ایسے شخص کا نکاح عورت سے درست ہے۔ مخنث کے ساتھ یہ مسئلہ ہوتا ہے کہ وہ ایک مدت عورتوں سے مشابہت میں گزار چکا ہوتا ہے، اس لیے ان کی چال و گفتار میں عورتوں کا اثر رہتا ہے، اس اثر سے فوراً باہر نہیں نکلا جا سکتا لہذا مخنث ان عادات کو بدلنے کی نیت کرے اور اللہ سے دعا بھی

کرے۔ معاشرے کے افراد بھی اس کی مدد پیار ومحبت اور خلوص سے کریں۔ معاشرے کے افراد خاص کر اس کے گھر والوں کو اچھے بااخلاق روحانی وجسمانی طبیب کی طرح مخنث کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ دوران گفتگو مخنث اپنے لیے مؤنث کا صیغہ استعمال کرے یا عورتوں کی مخصوص اشیا استعمال کرنے کی طرف قدم بڑھائے یا خواتین میں داخل ہونے کی کوشش کرے وغیرہ وغیرہ تو اسے اچھے طریقے سے یاد کرائیں کہ وہ مرد ہے۔

مؤخر الذکر (خصی) صورت میں اس کی شادی درست نہیں کیوں کہ انسانی زندگی میں کھانا پینا، تن ڈھانکنا، تحفظ اور نسل بڑھانا ضروری ہے۔ کھانے پینے کا بندوبست تو ایسا شخص کر سکتا ہے لیکن آگے نسل کا جاری ہونا ایسے شخص کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ اگر ایسے شخص کی کسی لڑکی سے شادی ہو جائے تو وہ لڑکی اپنی جسمانی ضرورت کو اس سے پورا نہیں کر سکتی، ایسے میں جو خرابیاں ہوں گی ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں نیز کوئی دین دار لڑکی جو نکاح کے اسلامی فلسفے سے واقف ہو ایسے شخص سے شادی کے لیے کبھی خوشی سے تیار نہیں ہو سکتی۔ مردانہ صلاحیت سے محروم شخص جو انسانی ضروریات کو سمجھتا ہو، خوشی اور غم کو محسوس کرتا ہو وہ خود بھی کسی لڑکی کی زندگی خراب کرنے کے لیے کبھی تیار نہیں ہو گا۔ ہاں ایسے شخص کی شادی اس عورت سے ہو سکتی ہے جو عمر کی وجہ سے جنسی خواہش نہ رکھتی ہو، اس صورت میں یہ دونوں بذریعہ نکاح ایک دوسرے کا سہارا بن کر نظام خانہ داری بڑھا سکتے ہیں۔ ایسا شخص اس عورت کے حق میں عنین (جو آلہ تناسل ہونے کے باوجود صحبت کرنے کے قابل نہ ہو) [ایسے شخص کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے میں عورت کو اختیار ہوتا ہے] کے حکم میں ہو گا۔ یہ جواز ان باتوں سے مشروط جن کا ذکر اوپر ہوا۔

نوٹ: ایسا شخص (مؤخر الذکر صورت) بعد توبہ اپنی اصل پر لوٹ کر مخنث نہیں کہلائے گا (بلکہ یہ خصی کے حکم میں ہو گا)۔ مزید یہ کہ ایسا شخص تخنث سے باہر نکل کر اگر کسی کو دھوکے میں رکھ کر نکاح کر لے تو اس لڑکی کو خلع لینے کا مکمل حق ہے۔ جیسے مجبوب (جس کا ذکر کٹا ہوا ہو) سے کسی عورت کی مرضی کے خلاف شادی ناجائز ہے ایسے ہی کسی خصی شخص سے بھی زبردستی یا دھوکے سے شادی جائز نہیں۔

حج وعمرہ: وہ مخنث جو لباس میں بھی عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہو اس مخنث پر لازم ہے کہ وہ اپنی اصل پر لوٹ آئے اور عوتوں کی مشابہت ہر چیز میں ترک کر دے، اسے ارکان حج وعمرہ میں مردوں کے طریقے پر عمل کرنا ہو گا۔ خنثیٰ کا غالب رجحان اگر مردوں کی جانب ہے تو مردوں کے طریقے سے حج کرے کیوں کہ اس صورت میں اس سے اکثر افعال مردوں کی طرح سرزد ہوتے ہیں اور اگر اس کا غالب رجحان عورتوں کی جانب ہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ بغیر محرم حج کے لیے جائے۔ محرم کی موجودگی میں یہ عورتوں کے طریقے

پر ارکان حج و عمرہ ادا کرے۔

حراست و جیل خانے: خنثیٰ تعداد میں نہایت قلیل ہوتے ہیں، ان کے لیے تمام تھانوں میں علیحدہ حراست خانوں کا اہتمام یقیناً تکلف ہے۔ کسی شہر، گاؤں کے ایک تھانے میں ہی ان کے لیے حراست خانہ بنا دیا جائے تو کافی رہے گا، تفتیش کے لیے اسی جگہ منتقل کر دیا جائے۔ جیل خانوں میں بھی ان کی تعداد نہایت قلیل ہونے کی وجہ سے علیحدہ جیل خانے بنانے کی ضرورت نہیں۔ سینٹرل جیل میں ایک جگہ سزا کاٹنے کے لیے مختص ہو جائے تو کافی ہے۔ مخنث تو ہوتا ہی مرد ہے لہذا کسی جرم میں پکڑا جائے تو دوران سزا مناسب طریقے سے اسے اس کی اصل کی طرف لوٹایا جائے، اس دوران اس سے مردوں والا سلوک ہی ہو گا۔

شناختی کارڈ: مخنث کے شناختی کارڈ میں جنس کے لیے مرد ہی کا اندراج ہو گا کیوں کہ یا تو اس نے اپنی اصل کی طرف بعد تربیت یا تحذیر لوٹ آنا ہے یا اس کے لیے جلاوطنی ہے اور اصلاً یہ ہوتا ہی مرد ہے بھلے یہ تخنث کے ساتھ خصی بھی ہو۔ خنثیٰ شناخت کے اعتبار سے تیسری جنس ہے لہذا یہی اندراج ہو۔

وہ مخنث جو ہیجڑا بنا ہوا ہو اس کے لیے شناختی کارڈ میں والد کے خانے میں گرو کے اندراج کو ختم کرنا چاہیے اور اس جگہ اس کے والد ہی کا نام درج ہونا چاہیے۔

مخنث اور سوسائٹی

مخنث عموماً تین میں سے کسی ایک حال میں ہوتا ہے: (۱) جو اپنی خواہش سے خصیوں کو نکلوا چکا ہو (۲) جسے زبردستی خصی کیا گیا ہو (۳) بغیر خصی ہوئے عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہو۔

پہلا شخص جو اپنی خواہش سے خصیوں کو نکلوا دے اور عورتوں کا روپ اختیار کر لے پھر اس فعل کو پیسے کمانے کا ذریعہ بنائے اور فحاشی پھیلائے یا کوئی اور خلاف شرع کام کرے، اول تا آخر سب حرام ہے۔ ایسے خصی شخص کی مردانگی واپس بحال نہیں ہو گی، اس کے باوجود اس پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کی وضع قطع ترک کر کے مردوں کی شکل و صورت و عادات اختیار کرے، اس گناہ پر نادم ہو اور اس خلافِ شرع فعل سے توبہ کرے، اگر توبہ نہیں کرتا تو حکومت پر لازم ہے کہ جب کوئی تدبیر کام نہ آئے تو ایسے شخص کو جلاوطن کر دیا جائے۔

جس شخص کو جبراً خصی کیا گیا ہو (بھلے فاعل کوئی بھی ہو) ایسے شخص کو بھی بہر حال مردوں کی عادات اور لباس ہی اختیار کرنا ہے اور جس نے اس پر یہ ظلم کیا ہو حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ اسے سخت سزا دے تا کہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ ہیجڑوں کے گرو بھی یہ ظلم کرتے ہیں اور پھر اپنے ہاتھوں سے خصی کیے ہوئے لوگوں کو اپنے حلقے میں داخل کر کے بھیک منگواتے ہیں اور ان کے جسموں کو جنسی درندوں کے آگے کر

کے پیسہ لیتے ہیں۔ صحیح قول کے مطابق خصی کرنے والے کو بدلے میں خصی کرنا یا اس پر دیت واجب ہے۔

مکمل مرد جس نے شیطانی وسوسوں میں پھنس کر عورتوں کا روپ اختیار کر لیا ہو۔ اس شخص پر اسلامی احکام و ہدایات کو پیش کیا جائے گا اور اسے سمجھایا جائے کہ وہ خلاف شرع حرکتیں ترک کر دے۔ اسے بتایا جائے کہ نبی ﷺ نے اس فعل پر لعنت کی ہے جو اس نے اپنایا ہوا ہے۔ اگر یہ توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ حکومت بزور اس کو صحیح راستے پر لائے، آخری صورت میں ایسے تمام افراد کو جلا وطن کر دیا جائے گا جیسا کہ حضرت محمد ﷺ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

ٹرانس جینڈروں اور ہیجڑوں کا حال رسول ﷺ کی عدالت میں

لعن النبی ﷺ المخنثین من الرجال و المترجلات من النساء و قال اخرجوھم من بیوتکم.[1]

”نبی ﷺ نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت کی اور فرمایا انہیں (مخنثین اور مترجلات) کو اپنے گھروں سے نکال دو۔“

مترجلہ اس عورت کو کہتے ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہے۔ وہ عورتیں جو پیدائشی طور پر مونث ہیں اگر وہ مردوں کا روپ اختیار کریں بھلے خود کو ٹرانس جینڈر عورت (Transgender woman) کہیں یا اپنے لیے کوئی اور نام تجویز کریں لعنت میں ہیجڑوں اور مخنثین کے ساتھ برابر شریک ہیں۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسة المراۃ و المراۃ تلبس لبسة الرجل[2]۔

”رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی اس مرد پر جو عورتوں کا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت کی جو مردوں کا لباس پہنے۔“

اس حدیث میں Transvesties جنہیں Cross dressers (جنس مخالف کا لباس پہننے والے) بھی کہا جاتا ہے ان پر لعنت ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ لعن الواصلة و الموصولة و المتشبھین من الرجال بالنساء و

---

[1] صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب اخراج المتشبھین بالنساء من البیوت: 5886

[2] ابو داود، کتاب اللباس، باب لباس النساء: 4098

المتشبهات من النساء بالرجال[1].

"رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی مصنوعی بال لگانے اور لگوانے والی پر اور ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔"

اس حدیث کے مطابق لعنت کی زد میں وہ تمام طبیب بھی آتے ہیں جو کسی مرد یا عورت کی جنس بدلنے میں معاون ہوتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُتِيَ بِمُخَنَّثٍ قَدْ خَضَّبَ يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ بِالْحِنَّاءِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا بَالُ هٰذَا؟» فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، يَتَشَبَّهُ بِالنِّسَاءِ، فَأَمَرَ بِهِ فَنُفِيَ إِلَى النَّقِيعِ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا نَقْتُلُهُ؟ فَقَالَ: «إِنِّي نُهِيتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّينَ»

قَالَ أَبُو أُسَامَةَ: «وَالنَّقِيعُ نَاحِيَةٌ عَنِ الْمَدِينَةِ وَلَيْسَ بِالْبَقِيعِ»[2]۔

"نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک مخنث لایا گیا جس کے ہاتھ اور پیر مہندی سے رنگے ہوئے تھے، اسے دیکھ کر نبی ﷺ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ بتایا گیا کہ یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے، تو آپؐ نے اسے (مدینہ سے جلاوطن کر کے) نقیع کی طرف بھیجنے کا حکم دیا، صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہم اسے قتل کر دیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے۔ نقیع مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، یہ بقیع قبرستان نہیں ہے۔"

اس حدیث میں وہ افراد جو خود کو ٹرانس جینڈر کہہ کر مرد سے عورت یا عورت سے مرد ہونا باور کرائیں یا بھلے خود کو کسی دوسرے نام سے متعارف کرائیں سب واپس اپنی اصل پر نہ لوٹیں تو حکومت پر لازم ہے کہ ان کو جلاوطن کیا جائے اور معاشرے کو ان کے شر سے محفوظ رکھا جائے۔

نابالغ بچوں کی سرجری

بعض بچے پیدا ہوتے ہیں تو ان کی جنس مبہم ہوتی ہے اور کبھی کسی بچے میں مرد و عورت دونوں کے خاص اعضا ہوتے ہیں، ڈاکٹر کے مشورے سے بذریعہ ادویات اور ضرورت پڑنے پر جراحت (Surgery) سے

---

[1] مسند احمد، حدیث 3060

[2] ابو داود، کتاب الأدب ، باب فی الحکم فی المخنثین :4928

انہیں مکمل طور سے ایک جنس کی جانب پھیرا جاتا ہے۔ شرعاً اس عمل میں کوئی قباحت نہیں۔

مخنث اور قوم لوط؟

مخنث کی قوم لوط سے مشابہت اس اعتبار سے ہے کہ اصلا یہ مرد (مذکر) ہوتا ہے لیکن عورت (مؤنث) کی مشابہت اختیار کرلیتا ہے۔ عورت کی طرح بولنا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کپڑے پہننا وغیرہ وغیرہ اور خود کو عورت باور کراتا ہے۔ مسئلہ یہاں تک ہی رہے تو اس پر قوم لوط والا حکم جاری نہیں ہوگا لیکن جب یہ کسی مرد سے بدفعلی کرے گا تو بلاشبہ یہ (ہم جنس پرست) قوم لوط والے عمل کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس عمل بد کا مرتکب قرآن مجید کے مطابق ''مسرف'' (حد سے بڑھ جانے والا) ہے اور نبی ﷺ نے ایسے شخص پر ایک حدیث میں لعنت کی اور دوسری حدیث میں فرمایا :

من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و المفعول به[1]-

''جسے تم قوم لوط کا عمل کرتے پاؤ تو اس عمل میں ملوث دونوں افراد (فاعل و مفعول) کو قتل کردو۔''

یہ ہم جنس پرست مرد کی سزا ہے؛ اسے نافذ کرنا حکومت کا کام ہے، کسی عام فرد کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

تشکیل معاشرہ اور اسلام

اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے مسلمانوں کے پاس حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے، ارشاد باری تعالی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

''بلاشبہ تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول (محمد ﷺ) کی ذات بہترین نمونہ ہے)۔

محمد ﷺ نے معاشرے کو ریاست مدینہ کی صورت میں قائم کرکے دکھایا اور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تاریخ انسانی میں جو معاشرہ محمد ﷺ نے بنایا اس کی کوئی مثال نہیں لہذا ہر حال میں محمد ﷺ کی پیروی ضروری اور اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

سبحانك اللّٰهُمَّ وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك.

---

[1] ترمذی ،كتاب الحدود ، باب ما جاء فی حد اللوطی: 1456- ابو داود، كتاب الحدود، باب فيمن عمل عمل قوم لوط:4462

ڈاکٹر قبلہ ایاز[1]

خواجہ سرا (کے حقوق کے تحفظ کا) ایکٹ ۲۰۱۸ء پر

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

(بحوالہ اجلاس نمبر ۲۲۸، منعقدہ مؤرخہ ۱۸۔۱۹ر مئی ۲۰۲۲ء)

مذکورہ بالا قانون سے متعلق اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اجلاس نمبر ۲۲۸، مؤرخہ ۱۸۔۱۹ر مئی ۲۰۲۲ء میں قرار دیا کہ:

۱۔ خواجہ سراؤں (کے حقوق کے تحفظ کا) ایکٹ ۲۰۱۸ء میں "تعریفات" کے باب میں "دفعہ ۲ صنفی اظہار "اور دفعہ ۲ (ایف)۔ صنفی شناخت"، اسی طرح "باب دوم۔ خواجہ سرا کی شناخت کو تسلیم کرنا" شریعت کی روح اور شرعی اصول و ضوابط کے خلاف ہیں کیونکہ ان دفعات میں خواجہ سرا کو پیدائشی صنف کے برعکس اپنی مرضی کے مطابق صنفی (Genders) شناخت تبدیل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں اسی بنیاد پر وہ دفعات، جن میں "صنفی اظہار" اور صنفی شناخت" کا ذکر آیا ہے بھی شرعاً قابل اعتراض ٹھہرتی ہیں۔

۲۔ موجودہ قانون میں تعریفات کے باب میں "خواجہ سرا (Transgender)" کی تعریف کی گئی ہے اور تین قسم کے افراد کو اس کا مصداق قرار دیا گیا ہے، یہ تعریف شرعی طور پر قابل اعتراض امور پر مشتمل ہے اور اس میں بیشتر تکنیکی خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس تعریف کی رو سے کئی ایسے افراد خواجہ سرا کے زمرے میں شامل ہو جاتے ہیں جو خواجہ سرا نہیں ہیں یا نہیں ہونے چاہئیں۔ وضع کردہ یہ تعریف بالواسطہ خود کو نامرد بنانے کے عمل کو قانونی جواز فراہم کرتی ہے، جس کی شریعت میں ممانعت ہے۔ مزید برآں! خواجہ سرا کی یہ تعریف اس تاریخی پسِ منظر سے بھی ہم آہنگ نہیں، جس کے لیے یہ اصطلاح اصلاً وضع کی گئی تھی۔

۳۔ موجودہ قانون میں "باب پنجم۔ دفعہ (۷)۔ حق وراثت" اور اس کی ذیلی دفعات بھی خلاف شرع امور پر مشتمل ہیں، کیونکہ ان دفعات کی بنیاد وہ دفعات ہیں جن کے تحت اپنی مرضی کی صنفی شناخت اختیار کرنے کی

[1] چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

اجازت دی گئی ہے۔ اس باب میں عطا کردہ حقِ وراثت شرعی حکم کے مطابق نہیں ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

اگر کوئی شخص قانوناً خواجہ سرا مرد ہے تو اسے مرد کا حصہ دیا گیا ہے، حالانکہ یہ مرد حقیقت میں عورت ہے۔ اسی طرح خواجہ سرا عورت کو عورت کا حصہ دیا گیا ہے، جو کہ در حقیقت مرد ہے۔

یہ خامیاں اپنی مرضی کی صنفی شناخت اختیار کرنے (Self-Perceived Identity) کی اجازت دینے کی وجہ سے پیش آرہی ہیں۔

۴- اس قانون کو خواجہ سرا (Transgender) کے نام سے موسوم کرنا بھی محلِ نظر ہے، اس کی دو وجوہات ہیں:

الف۔ تکنیکی طور پر خواجہ سرا دراصل برصغیر میں مغل دور کی اختیار کردہ ایک اصطلاح ہے۔ مغل دور میں خواجہ سرا وہ افراد ہوتے تھے جنہیں باقاعدہ سرجری کے ذریعے نامرد کیا جاتا تھا اور حرم یا خواتین خانہ میں ان سے خدمات لی جاتی تھیں، اس اصطلاح کے مطابق خواجہ سرا در حقیقت مرد ہوتا ہے، زیر بحث قانون جو خواجہ سرا سے موسوم ہے لیکن اس کی ذیلی دفعات میں خنثیٰ مشکل، نامرد افراد اور وہ افراد جن کی پیدائشی جنس ان کے جذبات واحساسات سے مختلف ہوں، سب کا تذکرہ و تفاصیل موجود ہیں۔ اس بنیاد پر قانون کو خواجہ سرا کے عنوان سے پیش کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس قانون کو درست عنوان جیسے: 'مشتبہ الجنس' افراد یا 'خنثیٰ' افراد سے موسوم کیا جائے۔

ب۔ شرعی طور پر بھی خواجہ سرا کا نام رکھنا درست نہیں کیونکہ موجودہ دور میں خواجہ سرا سے مراد وہ افراد لیے جاتے ہیں جن کی پیدائشی جنس ان کے جذبات واحساسات سے الگ ہو اور وہ پیدائشی جنس کے برعکس اپنے جذبات واحساسات کے تابع زندگی گزار رہے ہوں جبکہ شریعت اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ کوئی شخص اپنی پیدائشی صنف کے برعکس جنسی میلانات اور احساسات کی بنیاد پر کسی صنف کو اختیار کرے۔ احادیث مبارکہ میں پیدائشی صنف کے خلاف صنف کا لباس پہننے یا مشابہت اختیار کرنے پر لعنت وارد ہوئی ہے اور یہ عمل گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے خواجہ سرا کے نام سے قانون کو موسوم کرنا در حقیقت اس مزاج اور فکر کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے، جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

۵۔ خواجہ سراؤں کے حقوق سے متعلق موجودہ قانون اس حوالے سے بھی محلِ نظر ہے کہ اس میں وراثت اور دیگر حقوق تو بیان کیے گئے ہیں لیکن حق ازدواج کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس حوالے سے قانون خاموش ہے، جو شرعی طور پر کئی خامیوں اور مفاسد کا باعث ہے۔ یہ امر تو معلوم و معروف ہے اور یہی فطرت انسانی کا

تقاضا ہے کہ شادی مرد و عورت کے درمیان ہی ہو سکتی ہے۔ اسلام اور اسلام سے قبل تمام ادیان سماویہ و غیر سماویہ کا اس پر اجماع ہے۔ اب اس قانون کی رو سے خواجہ سرا مرد، جو کہ در حقیقت عورت ہے، کی شادی کس سے ہو گی؟ اگر مرد سے کرے گا تو شرعاً اگرچہ یہ درست ہے لیکن قانون میں تفویض کردہ صنفی شناخت کی بنا پر چونکہ وہ مرد ہے، لہذا یہ عمل قانون کی رو سے ہم جنس پرستی کے زمرے میں آئے گا۔ اگر عورت سے شادی کرے گا تو قانون کی رو سے اگرچہ درست متصور ہو گا لیکن شرعاً یہ ہم جنس پرستی کے زمرے میں آنے کی وجہ سے ناجائز ہو گا کیونکہ یہ در حقیقت عورت ہے۔ یہی اعتراضات "خواجہ سرا عورت" والی صورت پر بھی وارد ہوتے ہیں کیونکہ وہ در حقیقت مرد ہے۔

۶۔ خواجہ سراؤں کی اپنی مرضی کی جنسی شناخت کی حمایت میں اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جنس اور صنف دونوں الگ الگ ہیں۔ اس حوالے سے شریعت اور فقہ کا موقف یہ ہے کہ فقہی احکام کے اعتبار سے جنس اور صنف دونوں ایک ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے اس بنیاد پر Self-Perceived Identity کو جواز فراہم کرنا درست نہیں ہے۔

۷۔ مذکورہ بالا شرعی و تکنیکی خامیوں کی بنا پر اس قانون کی از سر نو تسوید کی ضرورت ہے۔ ان تمام خامیوں کو دور کیا جانا ضروری ہے۔ کونسل اپنے اجلاس نمبر ۲۰۹، منعقدہ مؤرخہ ۱۷ر جنوری ۲۰۱۸ء کی سفارشات کا اعادہ کرتی ہے، جن کا متن حسب ذیل ہے:

☆ مخنث / خنثیٰ (Transgernder) وغیرہ کی تعریف جامع مانع نہیں، بالخصوص اس حوالے سے کہ غیر مخنث افراد کو بھی مخنث اور خنثیٰ قرار دیا گیا ہے۔

☆ مخنث افراد کی تعیین و تصدیق کے لیے کسی معتبر و معتمد طریقہ کار کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

☆ بل کی دفعات بالخصوص تعریف پر مشتمل دفعہ ۳۷۷ (اے) سے عمومی تاثر قائم ہوتا ہے کہ اخصاء (خصی ہونے یا کرنے کا عمل) جائز ہے، حالانکہ عمل اخصاء از روئے شرع ممنوع ہے۔ ضروری ہے کہ اس قبیح عمل کو قانونی طور پر ممنوع قرار دیا جائے۔

خنثیٰ کی درست تعریف حسب ذیل ہے:

ایسا شخص جو مردوں اور عورتوں والے دونوں اعضاء تناسل رکھتا ہو، یا ایسا شخص جو دونوں قسم کے اعضاء تناسل نہ رکھتا ہو، صرف ایک سوراخ رکھتا ہو، جس سے پیشاب نکلے۔

☆ مخنث افراد کے خلاف جرائم اور ان جرائم پر سزا تو بیان کی گئی ہے، لیکن مخنث افراد کے جرائم اور سزا کو

بالکل نظر انداز کیا گیا ہے۔

☆ مخنث افراد کے خلاف جن جرائم اور سزاؤں کا تذکرہ کیا گیا، وہ پہلے سے تعزیرات پاکستان میں موجود ہیں۔ اگرچہ ان میں 'مخنث' یا 'خنثیٰ' کا لفظ صراحۃً شامل نہیں ہے، تاہم جہاں ابہام ہو جس کو دور کرنے کے لیے وضاحت کے ساتھ مخنث / خنثیٰ افراد کا تذکرہ ضروری ہو تو تعزیرات پاکستان کی متعلقہ دفعات میں جزوی ترمیم کے ذریعے مخنث / خنثیٰ کے لفظ کا اضافہ کیا جائے۔

☆ بل کی آخری دفعات اگرچہ درست ہیں۔ لیکن ان کی ڈرافٹنگ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے بالخصوص میراث سے متعلق دفعہ ۳۷۷(کیو) میں ترمیم کرتے ہوئے حسب ذیل مندرجات شامل کیے جائیں۔

۱۔ اگر مخنث میں مردانہ علامات غالب ہوں تو اس کو وراثت میں مردوالا حصہ دیا جائے گا۔

۲۔ اگر اس میں زنانہ علامات غالب ہوں تو اس کو وراثت میں عورت والا حصہ دیا جائے گا۔

۳۔ اگر دونوں علامات برابر ہیں کہ کسی ایک طرف کا تعین نہ ہو سکے، تو یہ خنثیٰ مشکل ہے، اس کو وراثت میں سے آدھا حصہ مردوالا اور آدھا حصہ عورت والا دیا جائے گا۔

☆ ایک عمومی ملاحظہ یہ بھی ہے کہ عمل اخصاء کے علاوہ محض عادات و اطوار اور چال چلن میں مخالف صنف کی نقل اتارنا، ازروئے شرع درست نہیں۔ بل میں اس کی ممانعت نہیں کی گئی، بلکہ اس کو تحفظ دینے کی کوشش نظر آتی ہے۔

☆ سب سے اہم ملاحظہ یہ ہے کہ مخنث برادری کے حقیقی مسائل کے حل کے لیے معاشی طور پر بحالی کے لیے اور طبی طور پر علاج کے لیے کوئی طریقہ تجویز کیا گیا ہے نہ اس کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

اب جبکہ معاشرہ کے اس مظلوم و مقہور طبقے کے حقوق کے تحفظ کے لیے قانون سازی ہو رہی ہے تو ضروری ہے کہ پاکستانی مسلمان ہونے کی حیثیت سے قانون میں شرعی احکام، آئین پاکستان کی عکاسی ہو، مخنث کے حقیقی مسائل کا ادراک ہو، مسائل و مشکلات کے حل کے لیے راستے تجویز کئے جائیں اور اس طبقے کے خلاف ہونے والے جرائم کا سدباب ہو تا کہ ایک جامع قانون مرتب ہو سکے۔ مخنث افراد کی صنف کی شناخت میں اصل کردار والدین کا ہے، انہی کی طرف سے ان کی جنسی شناخت کا تعین ہونا چاہیے اور اسی پر عمل ہونا چاہیے تاہم جن مخنث افراد کو والدین نے اپنانے سے انکار کر دیا ہو تو وہ معاشرہ میں جس شناخت کے تحت گزر بسر کر رہے ہوں اسے ہی حتمی شناخت کے طور پر تسلیم کیا جائے البتہ بوقتِ ضرورت، جیسے وراثت کے مسائل میں، عدالت طبی معائنے کے ذریعے صنف کے تعین کا فیصلہ کرے گی۔

چودھری خالد محمود [1]

ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء پر

پاکستان شریعت کونسل کا تجزیہ و تجاویز

ٹرانس جینڈر (تحفظ حقوق) ایکٹ ۲۰۱۸ء مئی ۲۰۱۸ء میں منظور کیا گیا۔ پارلیمنٹ نے اس قانون کو منظور کرنے کا ادعا یہ لکھا ہے کہ ٹرانس جینڈر (Transgender) لوگوں کو دیگر شہریوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ اس قانون کے مطابق ٹرانس جینڈرز (Transgenders) کو قانونی طور پر منظور اور تسلیم کر لیا گیا ہے اور ان کو وہی حقوق حاصل ہونگے جو دوسرے مرد و خواتین کو حاصل ہیں۔

انٹرنیشنل کمیشن آف جیورس نے مارچ ۲۰۲۰ء میں اس قانون کو پاکستان میں نافذ کرنے پر تعریف کی ہے۔ الجزیرہ کے مطابق پاکستان ان ممالک میں سر فہرست ہے جنہوں نے ٹرانس جینڈرز کو قانونی طور پر تسلیم کیا ہے۔ اور یہ امر بھی مسلّمہ ہے کہ چند مغربی ممالک کے بعد پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جس نے ٹرانس جینڈرز کو ان کی صوابدید کے مطابق کسی بھی جنس میں درج کرانے کا اختیار دیا ہے۔

اس جدید قانون کے تحت ٹرانس جینڈر لوگ ڈرائیونگ لائسنس اور پاسپورٹ حاصل کر سکتے ہیں، اور اپنی صوابدید کے مطابق 'نادرا' میں اپنی جنس تبدیل ہونے کا ریکارڈ درج کروا سکتے ہیں۔ ٹرانس جینڈر لوگوں کو ان کے گھروں یا عوامی جگہوں پر پریشان نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تعلیمی اور سماجی میدان میں ان کے ساتھ کسی بھی تفریق کی اجازت نہ ہو گی۔ اس قانون کے تحت حکومتِ وقت ٹرانس لوگوں کو محفوظ گھر دینے کی مکلف ہو گی۔ اور حکومت ان کو نفسیاتی علاج کے لیے علاج گاہیں مہیا کرنے کی پابند ہو گی۔ ٹرانس لوگوں کے لیے جیل میں الگ کمروں کو مخصوص کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص کسی ٹرانس سے زبردستی گلیوں میں بھیک منگوائے گا تو اسے چھ ماہ قید اور پچاس ہزار روپے جرمانہ کی سزا ہو گی۔

یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان میں ۲۰۱۵ء سے ۲۰۱۸ء تک ۶۸ ٹرانس لوگوں کو قتل کیا گیا اور ۱۵۰۰ پر جنسی تشدد کیا گیا اور ۲۰۱۸ء میں صرف خیبر پختونخوا میں ۴۹۷ ٹرانس لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ ۱۹۹۸ء میں پاکستان

---

[1] سیشن جج (ر) وڈپٹی سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

میں ٹرانس لوگوں کی تعداد ۱۰۴۱۸ تھی اور ۲۰۱۵ء میں یہ تعداد ۱۵۰۰۰۰ (ایک لاکھ پچاس ہزار) بتائی گئی ہے۔

سپریم کورٹ آف پاکستان نے ۲۰۱۰ء میں قرار دیا تھا کہ ٹرانس لوگ ملک عزیز میں دیگر مرد و خواتین کے مساوی حقوق و وجود رکھتے ہیں، اور اس فیصلہ کے مطابق ٹرانس لوگوں کو ملازمتوں اور تعلیم میں مساویانہ حقوق حاصل ہیں اور ان کو کسی جنسی تفریق کے تحت محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا پس منظر ملک عزیز میں یہ قانون منظور کیا جانا قرار دیا گیا ہے۔ آگے بڑھنے سے قبل ٹرانس جینڈر قانون ۲۰۱۸ء کی شقوں کا جائزہ لینا ضروری ہے:

دفعہ ۲ کے تحت جنسی شناخت کا معنی ہے کہ وہ مخصوص شخص خود کو کیا محسوس کرتا ہے؟ کیا وہ مرد محسوس کرتا ہے، یا عورت، یا دونوں صنفوں کا مجموعہ، یا کوئی بھی نہیں؟ اور اس کے لیے صرف اس کے احساس اندرونی کو حتمی حکم سمجھا جائے گا اور اس کی راہ میں پیدائش نامہ (برتھ سرٹیفکیٹ) یا فارم ب آڑے نہ آئے گا۔

نومبر ۲۰۰۶ء میں انڈونیشیا کے شہر یوگارتا میں بین الاقوامی اجلاس ہوا تھا جس کے حتمی اعلامیہ میں بین الاقوامی انسانی حقوق کی طرف سے صنفی شناخت اور جنسی رجحان کے حوالے سے اصول مقرر کیے گئے تھے اور اس دستاویز میں بھی ٹرانس جینڈر (Transgender) کی حتمی تعریف نہ کی جا سکی تھی، بلکہ صرف یہی لکھا گیا تھا کہ کسی بھی فرد کی اندرونی سوچ ہی اس کی صنف کا فیصلہ کر سکتی ہے۔ اور اس امر کے حوالے سے اس کی سماجی زندگی میں کپڑوں، گفتگو کا انداز، معاشرتی آداب کے مطابق اس کی خواہش کو تسلیم کیا جائے گا۔

اس معیار کے مطابق دفعہ ۲ (ایف) جینڈر آئیڈنٹٹی یعنی صنفی شناخت کی تعریف کرتا ہے کہ یہ کسی فرد کی اپنی اندرونی انفرادی سوچ کا نتیجہ ہے کہ وہ مرد ہے یا خاتون، یا دونوں کا مرکب، یا دونوں میں کچھ بھی نہیں۔ اس قانون میں یوگارتا اجلاس کے اصولوں کے مطابق ٹرانس جینڈر اور صنفی شناخت کو متعارف کرایا گیا ہے۔

دفعہ ۲ (این) میں ٹرانس جینڈر کی تعریف کی گئی ہے کہ اس میں وہ افراد شامل ہیں جو عرفِ عام میں کُھسرا کہلاتے ہیں اور ان میں دونوں اصناف کے جنسی اعضا کا اظہار ہوتا ہے، یا وہ لوگ جو پیدائش کے وقت بطور لڑکا یا مرد شناخت ہوئے مگر بعد میں مردانہ حصوں کی خاصیت ختم کر دی گئی یا ہو گئی، یا وہ لوگ جن کی معاشرتی عادات واطوار یا تہذیبی توقعات اس اندراج سے مختلف ہوتی ہیں جس کا پیدائش کے وقت ریکارڈ لکھا گیا تھا۔

ابھی انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹ کی توقع اور سفارش ہے کہ ٹرانس جینڈر اور انٹرسیکس افراد کے حوالے سے مزید تخصیص کی جائے اور یہ بھی پابندی لگائی جائے کہ انٹرسیکس افراد کو کسی بھی طبی مداخلت یعنی ہارمونز تھراپی وغیرہ سے بچایا جائے اگر ان کی آزاد مرضی شامل نہ ہو۔

مغرب کے فلسفے کے تحت صنفی شناخت ایک ذاتی زندگی اور سوچ ہے جس میں ریاست یا معاشرہ کو کوئی حق

حاصل نہیں ہے کہ وہ مداخلت کرے۔ اسی لیے مغرب میں صنفی شناخت کو طبی یا عدالتی کاروائی سے دور رکھا گیا ہے اور اسے محض اس فرد کی ذاتی سوچ پر قائم کر دیا گیا ہے۔ یہی وہ دروازہ ہے جس سے ہم جنس پرستی یا آزادی جنس یا جنسی رجحان نے قانونی حیثیت حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

انڈیا میں ۲۰۱۹ء میں ٹرانس جینڈر (Transgender) تحفظ حقوق قانون منظور کیا گیا ہے لیکن اس میں جنسی شناخت کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے فیصلے سے منسلک کیا ہے جو کہ میڈیکل تحقیق و تفتیش کے بعد جاری ہو گا۔ لیکن وطن عزیز میں جینڈر آئیڈینٹٹی (Trans identity) کو محض اس فرد کی ذاتی خواہش کا نتیجہ قرار دے دیا ہے جو کہ مغرب کی آزاد جنسی معاشرہ کا ایک چربہ ہے۔

دفعہ ۳(۳) کے مطابق کوئی بھی پاکستانی شہری جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ جائے اس کو حق حاصل ہے کہ وہ خود شناسی کے اصول کے تحت اپنی صنف کو رجسٹرڈ کروائے۔

ابھی پاکستان کو مزید سفارش کی جارہی ہے کہ وہ اس قانون کا اطلاق غیر ملکی مہاجرین وغیرہ پر بھی کر دے جو کہ اپنے ملک میں جا کر کسی وجہ سے اپنی جنس تبدیل نہ کروا سکتے ہوں، یعنی دوسرے ملکوں کے لوگ کسی بہانے سے پاکستان سے اپنی صنفی شناخت درج کروا سکتے ہیں۔ (اس کا مقصد اسلامی ملک کو ہم جنس پرستوں کا گڑھ بنانا ہے)۔

پاکستان سے مغربی دباؤ کے تحت اس قانون میں ابھی مزید تقاضا کیا جارہا ہے کہ عمر کی حد کو ختم کیا جائے کیوں کہ یہ بچوں کے ساتھ غیر مساویانہ سلوک ہے اور ان کے حقوق کی خلاف ورزی ہے، اور یہ کہ بچے کے مفاد کو دیکھتے ہوئے اس کی خواہش کا احترام کیا جائے اور اسے جنسی صنف کی تبدیلی کی اجازت دی جائے۔

دفعہ ۳ میں یہ بھی حق دیا گیا ہے کہ کسی بھی ٹرانس جینڈر (Transgender) کو اس کی اپنی خواہش کے تحت صنفی شناخت کی اجازت دی جاتی ہے اور اس پہچان کو وہ 'نادرا' یا کسی بھی دوسرے سرکاری محکمے مثلاً پاسپورٹ یا تعلیمی دفاتر یا ڈرائیونگ سرٹیفکیٹ اتھارٹی کے پاس درج کروا سکتا ہے، اور اس کے لیے اسے کسی عدالتی یا طبی معاونت یا حکم یا تصدیق نامہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اب چونکہ پیدائشی صنفی اندراج کی اہمیت ختم کر دی گئی ہے اور میڈیکل یا عدالتی فیصلہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اس لیے وطن عزیز میں ان دفعات سے وہ خرابیاں اور قباحتیں پیدا ہوں گی جو اس وقت آزاد جنسی معاشروں میں موجود ہیں۔ ایک اسلامی ملک میں جس کا ایک مکمل آئین بھی لاگو اور نافذ ہے اور جس کے مطابق کوئی قانون بھی اسلامی احکامات کے خلاف تیار اور لاگو نہیں کیا جا سکتا، اس قسم کے قوانین بہت سا الجھاؤ پیدا کریں گے۔

کیا ایک ٹرانس جینڈر (Transgender) شخص خود کو عورت لکھوا کر دیگر مرد سے شادی نہیں کر سکتا جب کہ وہ حقیقی طور پر خود بھی مرد ہو؟ یعنی بالفاظ دیگر ہم کسی بھی اخلاقی بیماری کو قانونی جواز مہیا کر دیں گے۔ ہم جنس پرستی یا خلافِ صنف ماحول کے لیے یہ قانون مفید فورم بن جائے گا۔

فرض کریں اگر کسی ملازمت کے سلسلہ میں ٹرانس لوگوں کے لیے کوٹہ مقرر ہو اور کوئی شخص اپنا اندراج ٹرانس کے طور پر کروا کے وہ ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو کیا یہ اس جنس کے لوگوں کی حق تلفی نہ ہو گی؟ اور خصوصی طور پر کیا وہی شخص ملازمت حاصل کرنے کے بعد اپنی صنف تبدیل کروا سکتا ہے؟ اسی طرح کوئی ٹرانس خود کو عورت درج کروا کر دوسرے مرد سے شادی کے بندھن میں بندھ سکتا ہے اگرچہ وہ عورت نہ ہو، تو کیا یہ ہم جنس پرستی نہ ہو گی؟ اور اسی طرح کوئی زنانہ خصوصیات والا فرد خود کو مرد تحریر کروا کر دوسری لڑکی کو اپنی زوجیت میں لے سکتا ہے جو کہ ہم جنس پرستی کا نمونہ ہو گا۔

اگر بطور مسلمان ہم اپنے دین کو بغور پڑھیں اور سمجھیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اسلام میں ٹرانس لوگوں کو انسانیت کے درجے سے نکالا نہیں گیا ہے۔ ہاں یہ وعید تو دی ہے کہ کوئی مرد خود کو عورت اور کوئی عورت خود کو مرد یا ان میں سے کوئی فرد خود کو مخنث، یا مخنث دیگر صنف میں تبدیل یا ظاہر کرے تو وہ اللہ کی لعنت کا مستحق ہے۔ اس حکم میں پیدائشی مخنث نہیں آتے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے جو ایک جنس میں ہوتے ہوئے دوسری جنس اختیار کریں یا ظاہر کریں۔ پیغمبر ﷺ کے گھر میں ایک مخنث گھریلو کام کے لیے آجاتا تھا، اس نے کسی موقعہ پر کسی دوسری خاتون کی جسمانی ساخت کا اظہار کیا تو آپؐ نے اس کو گھر سے نکال دینے کا حکم دیا۔ یہ بنیادی طور پر ٹرانس جینڈر (Transgender) کے حقوق کا تحفظ ہے کہ وہ گھر میں آسکتا ہے لیکن غیر عورتوں یا مردوں کی جسمانی ساخت کے حوالے سے گفتگو نہیں کر سکتا، حقیقت میں یہ بات ہر مرد اور عورت کے لیے بھی حکماً کہی گئی ہے۔ مخنث کو گھر میں آنے کی اجازت صرف اس شرط پر ہے کہ وہ صنف مخالف کے جسم کو زیر بحث نہ لائے گا کیونکہ اسلام میں پورے معاشرے کو پاکیزہ رکھا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ تبدیلی جنس کو ذاتی خواہش پر محمول نہ کیا جائے بلکہ اس کے لیے عدالتی حکم اور میڈیکل معائنہ کو ضروری قرار دیا جائے تاکہ ہم جنس پرستی کی راہ نہ کھل سکے۔ مغربی معاشروں میں جنسی اصناف کے وجود کے علاوہ جنسی رغبت کو بھی تحفظ اور اہمیت دی گئی ہے کہ یہ ایک انسان کی ذاتی اور انفرادی خواہش ہے جس کا احترام کیا جائے۔ اس کے لیے LGBTQ جیسے الفاظ بولے جاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی صنف کی طرف ہی جنسی رجحانات رکھتے ہیں۔ یعنی لیزبیئن Lesbian وہ عورتیں یا عورت نما افراد ہیں جو عورتوں میں

ہی جنسی خواہش رکھتے ہیں۔ گے (Gay) وہ مرد یا مرد نما فرد ہیں جو کہ مردوں میں ہی جنسی خواہش پوری کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ اسی طرح بائی سیکسوئل (Bisexual) وہ افراد ہیں جو دونوں اصناف سے جنسی خواہش کی تکمیل چاہتے ہیں۔ جبکہ ٹرانس جینڈر (Transgender) وہ لوگ ہیں جو پیدائشی صنف سے ہٹ کر خود کو دوسری صنف کا جزو سمجھتے ہیں جس کے بارے میں اوپر بحث کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جنسی طور پر دو اصناف میں تقسیم کیا ہے لیکن مغربی معاشرہ نے انسان کو جنسی اصناف میں تقسیم در تقسیم کر کے محض انسان کو جنسی کھلونا بنا دیا ہے۔ اسلامی قانون میں کسی ٹرانس جینڈر یا مخنث کو بے عزت نہیں کیا گیا۔ اگر کسی اسلامی ملک میں واقعات ہوتے ہیں تو وہ اسلامی قانون کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں، اور اس خرابی کا باعث اسلامی قانون نہیں ہے۔ اسلام تو اس بیماری کو پوری قوت کے ساتھ ختم کر دیتا ہے اور ہم جنس پرستی کی کسی بھی طور اجازت نہیں دی گئی۔

دفعہ ۷ میں وراثت کی تقسیم کا طریقہ کار بتایا گیا ہے اور اس کی ذیلی دفعہ (iii) میں تحریر ہے کہ اگر کوئی وارث ۱۸ سال سے کم عمر کا ہے تو اس کو وراثت میں حصہ میڈیکل آفیسر کے معائنہ کے بعد دیا جائے گا کہ آیا وہ مرد ہے یا عورت یا درمیان صنف۔ اگر مردانہ خصوصیات ہوں تو وراثت میں مرد کا حصہ ورنہ عورت کا، اور درمیانی صنف والے کو مرد اور عورت کا اوسط حصہ دیا جائے گا۔

اگر وراثت کے لیے طبی معائنہ کیا جا سکتا ہے تو کوئی شخص اگر تبدیلی جنس کے اندراج کے لیے آئے تو اس کا طبی معائنہ تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہونا چاہیے۔

سینیٹ کے ایک سابقہ اجلاس میں سوال اٹھایا گیا کہ مدونہ قانون ۲۰۱۸ء کے تحت کتنی درخواستیں برائے اندراج تبدیلی جنس آئی ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ ۱۶۵۰۰ افراد نے اپنا اندراج عورت کروانے کی درخواستیں دی ہیں جو کہ پیدائشی طور پر مرد تحریر ہوئے تھے۔ اسی طرح پیدائشی اندراج کے مطابق ۱۲۱۵۴ عورتوں نے خود کو مرد تحریر کروانا پسند کیا ہے۔ ۹ مردوں نے خود کو ٹرانس جینڈر لکھوانے کی اور ۲۱ ٹرانس جینڈرز نے مرد تحریر کروانے کی اجازت لی ہے، جبکہ ۹ درخواستیں ٹرانس جینڈرز کی طرف سے خود کو عورت ظاہر کرنے کی آئی ہیں۔

دفعہ ۴ میں معاشرہ کے افراد کو روک دیا ہے کہ وہ کسی بھی فرد سے امتیازی سلوک محض اس کے ٹرانس ہونے کی وجہ سے نہ کریں اور یہ حکم تعلیمی اداروں، ملازمتوں، کاروبار، جائیداد کی خرید و فروخت، محفوظ سفر یا سفری سہولیات، الیکشن، حق رہائش، حق عبادت یا کسی عوامی یا پرائیویٹ اداروں میں کام کرنے، یا آنے جانے پر لاگو ہے۔ اسی طرح کسی کو اجازت نہیں ہے کہ کسی ٹرانس جینڈر کو اس کے گھر یا بیرونی ماحول میں تکلیف یا آزار

دے۔ چوتھے باب میں حکومت کو پابند کیا جاتا ہے وہ ان لوگوں کے لیے محفوظ سینٹرز یا رہائش، طبی سہولیات، الگ جیلیں اور روز گار کے مواقع مہیا کریں۔

پانچویں باب میں دوبارہ ان حقوق کا اعادہ کیا گیا ہے جو کہ تیسرے باب میں اختصار سے درج کیے گئے ہیں اور ان کے مطابق ان لوگوں کو عوامی جگہوں، خواہ وہ تفریح کے حوالے سے ہیں یا عبادت کیلئے یا کسی بھی اور مقصد کے لیے، وہاں جانے سے روکا نہیں جا سکتا کہ وہ مختلف صنف سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہاں عبادت گاہوں اور حوائج ضروریہ کے لیے بنائی جگہوں یا ایسے ادارے جو کہ کسی مخصوص صنف کے لیے بنائے گئے ہوں وہاں ان کی موجودگی یا آنے جانے کو حساس شرعی احکام کا پابند کیا جانا ضروری ہے۔ کسی خواتین کے کالج میں تعلیم یا ملازمت حاصل نہ کرے۔ اسی طرح اصناف دیگر کو اپنی حدود میں مقید کیا جائے تاکہ ملک عزیز کے اسلامی اور مشرقی تشخص کو برقرار رکھا جا سکے۔

دفعہ ۱۷ کے تحت اگر کسی بھی ٹرانس جینڈر کو بھیک مانگنے کے لیے استعمال کرے یا مجبور کرے تو اسے چھ ماہ تک قید اور پچاس ہزار روپے تک جرمانہ کی سزا دی جا سکے گی۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ قبل ازیں پاکستان میں بھیک مانگنے یا منگوانے کے خلاف قوانین موجود ہیں۔ مطلوبہ قوانین کی موجودگی میں کسی ایک طبقہ کے لیے الگ قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اہم بات یہ ہے کہ موجود قوانین پر عملدرآمد مؤثر کیا جائے۔ کیا یہ قرین عقل بات ہے کہ قوانین عمومی طبقہ یا سوسائٹی کے لیے موجود ہیں لیکن اس کے باوجود گلی گلی بھیک مانگنے کا دھندہ موجود ہے تو اس کے بعد ایک خاص طبقہ کے لیے اسی طرز کا ایک اور کاغذی قانون بنا دیا جائے۔ یہ تو امتیازی سلوک اور قوانین ہو جائیں گے جن کا کوئی ماحصل نہ ہو گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ موجود قوانین کا اثر تمام طبقات پر مساوی ہو اور اس پر مضبوط طریقہ سے عملدرآمد کیا جائے۔ اسی نہج پر یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں رہنے والے تمام افراد آئینی حقوق مساویانہ طور پر رکھتے ہیں تو پھر مختلف طبقات کے لیے محض کثرت سے قانون سازی غیر مؤثر ہو جاتی ہے، اور عدالتوں میں جب نزاعی معاملات جاتے ہیں تو مختلف قوانین اور ان کے اثرات کو سامنے رکھ کر فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اگر تمام پاکستانیوں کو تمام حقوق آئین کے تحت دیے گئے ہیں تو ان کا حصول اور نفاذ ایک طور پر ایک ہی فورم کے ذریعے سب کو یکساں طور پر مہیا کیا جائے۔ آئین میں صحت، تعلیم، روز گار، رہائش، تحفظ بابت عزت و جان، حقوق تقریر و تحریر، ووٹ، الیکشن اور جائیداد وغیرہ کے متعلق حقوق تمام شہریوں کو یکساں طور پر مہیا کیے گئے ہیں۔ تخصیص صرف یہ ہے کہ ٹرانس افراد کو بمطابق حقیقی صنف درج کیا جائے اور تہذیبی، معاشرتی اور نظریاتی پس منظر میں ان کو تعلیم، روز گار اور دیگر مواقع مہیا کیے جائیں۔ اور ایسا قانون نہ بنایا جائے جس میں

کوئی تفریقی، امتیازی یا تخصیصی امور نزاع کی صورت میں قوم کے سامنے آئیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے چند الفاظ غیر ملکی قوانین بابت ٹرانس افراد کے زیر مطالعہ لانا ضروری ہیں:

ہمسایہ ملک بھارت میں ملک عزیز سے ایک سال بعد یہی قانون منظور کیا گیا ہے مگر وہاں اندراج صنف کے لیے دو مراحل (Stages) مقرر کیے گئے ہیں۔ اول ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو تحرک ہمراہ متعلقہ دستاویزات پیش کی جائیں، دوسرا طبی معائنہ اور رپورٹ، اور پھر اس کے بعد حتمی فیصلہ ہوگا، اس حکم کی روشنی میں پبلک ریکارڈ میں صنف کا اندراج کیا جائے گا، اس پر وہاں عملدرآمد ہو رہا ہے۔ کینیڈا میں صنف کے بارے تبدیلی کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا گیا ہے۔ وہاں برتھ سرٹیفکیٹ میں اول تبدیلی کے لیے تحرک کیا جائے گا۔ اس کے لیے طبی دستاویزات بھی پیش کی جائیں گی کہ کیا واقعتاً جنس تبدیل کی گئی ہے۔ اسی طرح آسٹریلیا میں بھی اول برتھ سرٹیفکیٹ پر تبدیلی صنف کا اندراج کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے بھی وہاں میڈیکل علاج اور تبدیلی صنف کے حوالے سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے۔ جو کہ Sexual reassignment یعنی دوبارہ جنسی تعین کے حوالے سے دو ڈاکٹرز کا تصدیق نامہ لف کیا جانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہاں پر یہ امر بھی اہم ہے کہ تمام بالا مثالوں میں باقاعدہ درخواست، طبی اسناد، اور مقررہ فیس کا داخل کیا جانا بھی ضروری ہے۔ برطانیہ میں تبدیلی صنف اندراج کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم از کم سابقہ دو سال سے نئی جنس کے طور پر رہ رہے ہیں اور کم از کم دو ڈاکٹرز کا تصدیق نامہ پیش کرنا ضروری ہے کہ تبدیلی صنف کے عمل سے یہ امیدوار گزر گیا ہے۔ اٹلی میں صرف ٹرانس افراد کو تبدیلی صنف کے اندارج کی اجازت ہے اور اس کے لیے طبی اسناد کی فراہمی بھی ایک شرط ہے۔ امریکہ کی اکثر ریاستوں میں صنف کی تبدیلی کا اندراج برتھ سرٹیفکیٹ میں سب سے پہلے کرایا جائے گا اور یہ عمل بھی یا تو ڈاکٹرز کی رپورٹ پر ہوگا یا عدالت کے حکم کے تحت۔ اس کے لیے ایک بیان حلفی بھی لیا جاتا ہے جس میں وہ وجوہات درج کی جائیں گی جن کی بنیاد پر تبدیلی صنف کا اندراج ضروری ہے، اور یہ بھی لکھا جائے گا کہ اس کا مقصد کوئی دھوکہ دہی نہیں ہے۔ چین میں تبدیلی صنف کیلئے درخواست کے ساتھ مقامی ہسپتال کا سرٹیفکیٹ پیش کیا جانا لازم ہے اور اس کی تصدیق عدالتی محکمہ سے کرائی جانی ضروری ہے۔ یورپی یونین کے اکثر ممالک میں باقاعدہ درخواست اور میڈیکل ثبوت کا پیش کیا جانا لازم ہے۔ اسی طرح دوسرے بہت سارے ممالک میں بھی کاروائی ضابطہ کے مطابق کی جاتی ہے۔

تجاویز

ٹرانس جینڈر ایکٹ ۲۰۱۸ء کی مختلف دفعات میں ملکِ عزیز کے تہذیبی اور نظریاتی پسِ منظر میں ترامیم کی اشد ضرورت ہے۔

دفعہ ۳میں یہ بنیادی ترمیم ضروری ہے کہ

اول: صنف کے حوالے سے خود شناسی یا من چاہی خواہش کو ماہر نفسیات، میڈیکل اور میڈیکل امداد سے منسلک کیا جائے۔

دوئم: سب سے پہلے برتھ سرٹیفکیٹ میں تبدیلی صنف اور نئے نام کا اندراج ہو۔

سوئم: ایک خاص دورانیہ مقرر کیا جائے کہ بصورت تبدیلی صنف یہ حالت برقرار رہے۔

چہارم: ماہر نفسیات اور مقامی ہیلتھ سینٹر تفصیلی رپورٹ بابت تبدیلی صنف کی تصدیق کرے۔

پنجم: ضلع کی انتظامی اتھارٹی اس بارے حتمی فیصلہ کرے یا عدالت کا فیصلہ لیا جائے، پھر برتھ سرٹیفکیٹ میں اندراج میں تبدیلی کر کے نیا سرٹیفکیٹ جاری ہو، جس کی بنیاد پر تمام قانونی دستاویزات ۱۵ دن میں مکمل کی جائیں۔

دفعہ ۶ کو اس ایکٹ کی بجائے آئین میں ترمیم کر کے اس طرح شامل کیا جائے کہ حکومت اور ریاست کی ذمہ داری ہو کہ ملک کے تمام شہریوں کو ماسوائے (غیر ملکی، مہاجرین) رہائشی، طبی، تعلیمی، سہولتیں اور دیگر ضروریات بلا امتیاز محفوظ طریقہ سے مہیا کی جائیں، اور ہر شخص کو بلا امتیاز و تفریق ترقی و تحفظ کے مواقع فراہم کیے جائیں۔

دفعہ ۷ میں وراثت کا اسلامی قانون تمام مسلمانوں کے لیے ان کی مقررہ فقہ کے مطابق دیا جائے اور اوسط تعین بابت وراثت کو ختم کیا جائے۔ اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ کوئی تبدیلی ریکارڈ بابت صنف محض زائد استحقاقِ حصول ترکہ نہ ہو، اور نہ ہی دھوکہ کے لیے ہو۔

دفعہ ۸ تا ۱۳ محض نمائشی ہیں کیونکہ آئین پاکستان ۱۹۷۳ء بلا تخصیص ملکِ عزیز کے تمام شہریوں کو تمام بنیادی حقوق کی فراہمی کی ضمانت دیتا ہے۔

دفعہ ۱۴ میں صنفی تخصیص کے حوالے سے ترمیم کی جائے کہ مساجد اور دیگر عوامی مقامات پر مردوں اور عورتوں کا الگ ہونا قطعیت کے ساتھ قائم رہے۔

دفعہ ۱۵ اور ۱۶ میں دیے گئے حقوق آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے تحت تمام شہریوں کو دیے گئے ہیں اور کوئی بھی قانون و آئین سے بالا دست یا ماورا نہیں ہو سکتا۔

دفعہ ۱۷ محض اضافی شق ہے کیونکہ بھیک مانگنا ملک کے دوسرے متعلقہ قوانین میں جرم قرار دیا گیا ہے اس لیے ملک کے تمام بھکاریوں اور ان کے سرپرستوں کے خلاف ایک جیسی تادیبی کاروائی کی جائے جو کہ انتہا کی موئثر ہو۔ یہ تجاویز رولز سنہ ۲۰۲۱ء میں بھی درج کی جائیں۔

پروفیسر عاصم حفیظ

صنفی تبدیلی کے تحفظ کا قانون... اور دینی حلقے

اس وقت ٹرانس جینڈر (Transgender) قانون زیر بحث ہے۔ یہ قانون ۲۰۱۸ء میں منظور کرایا گیا۔ ایف اے ٹی ایف (FATF) کے پریشر اور اقوام متحدہ کی گائیڈ لائن میں اس وقت اسے معاشرے کے ایک پسے ہوئے طبقے کے حقوق کا نام دیا گیا۔ اب اس کے اثرات اور نتائج پر بحث جاری ہے۔ دو رویے ہیں: ایک یہ کہ ایسا قانون منظور ہی کیوں ہوا۔ اس وقت دینی جماعتیں اور ان کے ارکان اسمبلی کہاں تھے؟ چار سال اس پر کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ اب سینیٹر مشتاق احمد نے اس قانون کے تناظر میں سامنے آنے والے حقائق اور اثرات کی روشنی میں ترامیم جمع کرائی ہیں۔ یہ اب دوبارہ سے زیر بحث ہے۔ یہ صرف ایک قانون نہیں۔ اگر کبھی تحقیق ہو، کوئی اس پر سنجیدہ کوشش کرے تو گزشتہ چند سالوں میں ایف اے ٹی ایف، اقوام متحدہ کے زیر اثر ملک میں ایسے کئی قوانین مختلف قسم کے حیلے بہانوں، کوئی اور نام دیکر یا پارلیمانی اصول وضوابط کو پامال کر کے منظور کرائے گئے ہیں جن کے اثرات کا جائزہ لیا جائے تو آپ کے چودہ طبق روشن ہو جائیں۔ پارلیمانی اصول و ضوابط پامال کرنے کی اگر مثال دینی ہو تو ایف اے ٹی ایف پر قانون سازی کی ویڈیو دیکھیں، کس قدر تیزی، چند منٹوں میں کتنے قوانین منظور کرا کے ایک ریکارڈ قائم کیا گیا۔ ایسے قوانین کے بارے میں اسمبلی میں بحث کرائی ہی نہیں جاتی اور بڑی پارٹیوں کو "طاقتور حلقے" یہ پیغام دیتے ہیں کہ عالمی پریشر ہے اس لیے یہ منظور کرانے ضروری ہیں۔ حتی کہ بعض قوانین کی منظوری سے بیرونی قرض، امداد اور بعض منصوبوں تک کو جوڑ دیا جاتا ہے۔ ٹرانس جینڈر قانون صرف ایک مثال ہے۔ ایسے درجنوں ہوں گے۔ وقف املاک بورڈ، اور بہت سے دیگر قوانین۔

ملک میں اس بارے بحث شروع ہوئی ہے۔ ایسی قانون سازی پر بات ہو رہی ہے۔ ٹرانس جینڈر کے قانون کے حوالے سے بحث کو ہی مفید بنا لیں۔ اس سارے پراسس کو سمجھیں، جذبات کا اظہار بھی کریں لیکن ان حقائق اور کمی کوتاہیوں پر بھی از سر نو غور کر لیں کہ جن کی وجہ سے ارض پاک میں ایسی قانون سازی ہوتی ہے اور کئی کئی سال اس کے اثرات کا پتہ بھی نہیں چلتا، جب پتہ چلتا ہے تو پھر اس کو بدلنے کی کوشش، عوامی احتجاج اور دیگر راستے اختیار کئے جاتے ہیں۔ البتہ جب یہ قوانین خفیہ یا کمیٹیوں کے پراسس کے طور پر بنائے جا رہے ہوتے ہیں تو کسی کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ مسئلے کی اصل جڑ پر بات ہونی چاہیے۔ بہت کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس

بارے میں کچھ عرصہ پہلے چند گزارشات کی تھیں۔ آیئے ان کا پھر سے جائزہ لیتے ہیں۔ اس سسٹم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ارض پاک میں بڑی تیزی سے ایسی قانون سازی سامنے آرہی ہے جس نے معاشرے کی ہیئت تبدیل کرنے کا کام کیا۔ دینی و سنجیدہ حلقے چکرا کر رہ گئے ہیں۔ ایک قانون کے اثرات سمجھتے ہیں، اس کے مندرجات آشکار ہوتے ہیں تو اسی دوران اس سے بھی بڑھ کر قانون سازی سامنے آچکی ہوتی ہے۔ ٹرانس جینڈر، مدارس بورڈ ورجسٹریشن، وقف املاک بورڈ، گھریلو تشدد، اقلیتی بل سمیت کئی ایسے قوانین تیزی سے منظور ہوئے ہیں کہ جن کے مندرجات دیکھ کر آپ حیران و پریشاں رہ جائیں۔ کس طرح ملکی تشخص، معاشرتی روایات، خاندانی نظام، دینی روایات، نظام تعلیم اور معاشی نظام کو یکسر بدل کر رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے اثرات آپ معاشرے میں دیکھ سکتے ہیں اور آنیوالے دنوں میں یہ قانونی شکنجے اس قدر سخت ہو جائیں گے کہ ہوش اڑا کے رکھ دیں گے۔ ایسی قانون سازی پلان کون کرتا ہے؟ کونسے ذہن کام کرتے ہیں؟ منصوبہ کس کا ہوتا ہے؟ الفاظ کے چناؤ سے قانونی پیچیدگیوں تک سب مراحل کہاں تہ ہوتے ہیں؟ اس سسٹم کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

میرے ایک دوست جو کہ انٹرنیشنل ریلیشنز میں ماسٹرز تھے۔ ہم اکھٹے ایک ادارے میں تھے۔ ایک دن بتانے لگے کہ ان کی ایک انٹرنیشل این.جی.او میں جاب ہوگئی ہے۔ ڈیوٹی پارلیمنٹ میں لگی ہے۔ تھوڑا تجسس تھا۔ پوچھنے پر بتایا کہ ان کی این جی او نے درجنوں قانون، انٹرنیشنل ریلیشنز، سوشیالوجی اور دیگر مضامین کے گریجوئیٹ بھرتی کئے ہیں۔ ان کی ڈیوٹی ارکان اسمبلی وزراء اور سینیٹرز کے ساتھ لگائی گئی۔ یہ این.جی.اوز کے نمائندے ارکان اسمبلی کو قانون سازی، دفتری امور، دستاویزات کی تیاری میں مدد کریں گے۔ تنخواہیں این.جی.او دے گی اور ڈیوٹی پارلیمنٹ میں ارکان کے ساتھ۔ آپ ذرا تصور کریں کہ ارکان پارلیمنٹ کو مفت سروسز دی جارہی ہیں۔ ان کی مدد و معاونت کے لیے "رضاکار" فراہم کردیئے گئے۔ ارکان اسمبلی خوش ہوتے ہیں کہ انہیں مفت کے ملازمین مل گئے۔ ان کی دستاویزات، تقاریر، قانون سازی پر رائے، لیٹرز کے جوابات اور دفتری امور یہ سرانجام دیتے ہیں۔ ارکان اسمبلی کی اکثریت زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہوتی، جاگیردار وڈیرے اور بزنس مین ہوتے ہیں۔ حلقوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ٹھیکے اور ترقیاتی کاموں کے لیے فنڈز کے حصول میں مگن، ان کی قانون سازی کے متعلق ضروریات یہ این.جی.اوز کے فراہم کردہ 'رضاکار' پوری کر رہے ہوتے ہیں۔

اب ایک دوسری صورت حال سمجھیں۔ مغربی تھنک ٹینک اپنی حکومتوں کو مکمل رہنمائی دیتے ہیں کہ کس طرح اپنے نظریات، سیکولر و لبرل طرز زندگی کو دیگر ممالک خصوصاً اسلامی ممالک میں نافذ کرنا ہے۔ لابنگ اور

قانون سازی کی مشاورت۔ انہی کی رہنمائی میں مغربی حکومتیں اپنے متعلقہ سرکاری و غیر سرکاری اداروں اور این جی اوز کو ہدایات دیتی ہیں۔ اب وہاں پر فنڈز اکھٹے ہوتے ہیں کہ ان مقاصد کے لیے اتنے فنڈز رکھے جائیں گے۔ اسلامی ممالک میں سرگرم مقامی این جی اوز کو یہ فنڈز چاہیے ہوتے ہیں، وہ ورکنگ پیپر پیش کر کے فنڈنگ کرتے ہیں۔ یہ اپنی ورکنگ اور پلاننگ پیش کرتے ہیں کہ ہم کس طرح اپنے اپنے ممالک میں اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ کن بااثر شخصیات کے ساتھ تعلق ہے اور اگر انہیں پراجیکٹ دیا جائے تو وہ کس طرح یہ قانون سازی کروا لیں گے۔ جب ایک مخصوص ایجنڈا بن جاتا ہے تو اس کے حوالے سے کئی این جی اوز کو ٹاسک ملتے ہیں۔ مثلاً عورت مارچ کی صورت میں ریلیاں کرانا، مخصوص نعرے سامنے لانا، پوسٹرز کے ذریعے پیغام دینا ایک این جی او کا کام ہو گا۔ ان ریلیوں کو میڈیا پر ہائی لائٹ کرنا، ٹاک شوز کا موضوع بنا دینا، ارکان اسمبلی اور اہم شخصیات کو اس حوالے سے مدعو کرنا کسی اور کا کام ہوتا ہے۔ اسے ایک بڑا ایشو بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے ڈراموں، فلموں اور ڈاکومنٹری کے موضوعات پر ویڈیوز سامنے آتی ہیں۔ ٹرانس جینڈر ایکٹ، گھریلو تشدد جیسے قوانین راتوں رات پاس نہیں ہوتے۔ فلموں، ڈراموں کے ذریعے ذہن سازی کی جاتی ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو ان دنوں پاکستانی ڈراموں میں محرم رشتوں، طلاق، کئی کئی عورتوں سے تعلقات کے موضوعات دیکھ لیں۔ ہر ہر مرحلے پر فنڈنگ استعمال ہوتی ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے اشتہارات، اینکرز، صحافیوں اور میڈیا مالکان کے لیے مراعات ہوتی ہیں، میڈیا ہاؤسز کو فنڈز ملتے ہیں۔ حدود آرڈیننس اور دیگر میڈیا مہم آپ کو یاد ہوں گیں۔ معاشرے میں ڈسکشن کے بعد اب مرحلہ آتا ہے قانون سازی کا، ارکان اسمبلی کو ان کے رضاکاروں کے ذریعے جو کہ قانون سازی میں معاونت کے لیے پہلے ہی وہاں موجود ہوتے ہیں۔ انہیں ماہرین قانون کا تیار کردہ ڈرافٹ فراہم کر دیا جاتا ہے۔ آپ کبھی پارلیمنٹ کی کارروائی دیکھیں، قائمہ کمیٹیوں کے اجلاس میں جائیں آپ کے ہوش اڑ جائیں گے کہ قانون سازی کے عمل میں کس طرح این جی اوز کے نمائندے باقاعدہ اجلاسوں میں شرکت کرتے ہیں۔ عورت فاؤنڈیشن، یوتھ پارلیمنٹ، مختلف قسم کے حقوق کے نام پر بنی این جی اوز کے نمائندے ان قائمہ کمیٹیوں میں قانونی دستاویزات تیار کراتے ہیں۔ انہی کے رضاکار ارکان اسمبلی کی جانب سے سفارشات شامل کراتے ہیں، ارکان اسمبلی کو قائل کرتے ہیں۔ اس حوالے سے سیمینارز، میٹنگز کے اخراجات یہ این جی اوز اٹھاتی ہیں۔ ہم خیال ارکان اسمبلی کے گروپ کے ذریعے پارٹی کی حمایت لی جاتی ہے۔ کیا یہ حیرانی کی بات نہیں کہ ایسے قوانین کو اپوزیشن اور حکومتی ارکان کی مشترکہ حمایت ملتی ہے حالانکہ عموماً یہ ہر قانون پر ایک دوسرے کی مخالفت کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر کہیں مشکل پیش آ رہی ہو تو مغربی ممالک کے سفارت خانے

اور اقوام متحدہ کے ادارے، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دیگر تک کے عہدیدار ایکٹو ہوتے ہیں۔ میسج دیا جاتا ہے کہ یہ یہ والے قوانین بنانا کس قدر ضروری ہے، عالمی پابندیوں سے ڈرایا جاتا ہے۔ ہر سال حقوق انسانی کی رپورٹ نشر ہوتی ہے، اس میں تذکرہ ہوتا ہے۔ ایف اے ٹی ایف کی گرے، وائٹ اور دیگر لسٹوں کا پریشر ڈالا جاتا ہے۔ اس طرح ایک قانون آئین کا حصہ بنا دیا جاتا ہے۔ اس دوران مغربی ممالک سے آنے والے وفود بھی اس بارے اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ اعلی حکومتی عہدیداروں کو اس بارے اپنی آراء پہنچاتے ہیں۔

آپ غور کریں کہ اس سارے پراسس میں دینی جماعتیں اور دینی جذبہ رکھنے والے احباب کہاں کھڑے ہیں؟ وہ تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ انہیں کیا پتہ قانون سازی کی راہداریوں میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ تو دینی تعلیم کے شاندار ادارے بنا رہے ہوتے ہیں کہ یکایک ایک قانون وقف املاک اور مدارس رجسٹریشن کا آتا ہے اور سارے نظام کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔

کیا کبھی دینی جماعتوں نے اور ان غیر اسلامی و غیر شرعی قوانین کے بارے غصہ کرنے والے اصحابِ خیر نے غور کیا ہے کہ انہیں بھی کوئی تھنک ٹینک بنانا چاہیے۔ کیا وہ بھی قانون، انٹرنیشنل ریلیشنز اور سوشیالوجی کے کچھ ماہرین اپنے خرچے پر اپنی ہی دینی جماعتوں کے ارکان اسمبلی کو فراہم کر سکتے ہیں۔ کیا ملک کے سارے دینی حلقے ملکر دس سے پندرہ ایسے ماہرین بھرتی کر سکتے ہیں جو کہ قائمہ کمیٹی اجلاسوں میں شرکت کریں۔ قانون سازی کے پراسس کو دیکھیں، اس کے مندرجات کو پڑھیں، غور کریں اور دینی ارکان اسمبلی کو بروقت آگاہ کریں۔ دینی جذبہ رکھنے والے مختلف پارٹیوں کے ارکان پارلیمنٹ کو قائل کرنے کے لیے میٹنگز کرائی جائیں۔ یقین مانیں قانونی زبان اور پیچیدگیاں اس قدر ہوتی ہیں کہ دینی ارکان اسمبلی تک انہیں سمجھ ہی نہیں پاتے۔ بعض اوقات تو باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے کہ یہ بل ایسے وقت میں پیش کیا جائے جب ارکان کی حاضری کم سے کم ہو۔ نظر رکھنے والوں کی پوری نظر ہوتی ہے کہ کون آیا ہے کون نہیں۔ بہت سے ارکان ایسے اوقات میں پارلیمنٹ میں حاضر بھی نہیں ہوتے۔ جب قانون پاس ہو جاتا ہے پھر سب پریشان ہوتے ہیں، غصہ کرتے ہیں، شور ہوتا ہے، واویلا مچایا جاتا ہے لیکن قانون تو بن چکا ہوتا ہے، وہ برقرار رہتا ہے، بدلتا نہیں ہے۔ ترمیم کی کوشش کی جا سکتی ہے جو کہ اب کی جا رہی ہے۔

دینی حلقوں کو سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ پراسس کو سمجھیں، ماہرین کی خدمات لیں، جب ڈرافٹ تیار ہو رہے ہوں، دستاویزات تیار کی جا رہی ہوں۔ قائمہ کمیٹیوں میں بحث چل رہی ہو تو اس وقت اپنا فیڈبیک دیں۔ جذبات اور الزام تراشی، طعنہ زنی اپنی جگہ لیکن حقیقت یہی ہے کہ دینی ارکان اسمبلی بذات

خود تو ہر اجلاس، ہر قائمہ کمیٹی اور ہر میٹنگ کا حصہ نہیں بن سکتے۔ اس کے لیے تو ایکٹو ٹیم چاہیے جو انہیں آگاہ رکھے، کہاں کونسی قانون سازی ہو رہی ہے۔ خصوصاً معاشرتی، سماجی اور دینی معاملات کے متعلق اس پر نظر رکھی جائے، اس کے ڈرافٹ کو سمجھا جائے اور بروقت حکمت عملی بنائی جائے۔ احتجاج، انتباہ، بیانات، غصہ اور اظہار افسوس اگر بروقت کر لیا جائے تو اس کا فائدہ ہو سکتا ہے اور کئی غیر اسلامی، غیر شرعی بل، معاشرتی و خاندانی نظام کی ہیئت تبدیل کر دینے والے قوانین بننے سے پہلے بھی روکے جاسکتے ہیں۔ جس طرح تعلیم و تبلیغ کے اخراجات سے ثواب دارین ملتا ہے اسی طرح شریعت، معاشرے، خاندانی نظام حتی کہ مدارس و مساجد کا نظام بچانے کے لئے اس شعبے میں ایکٹو ہونے کی ضرورت ہے۔ اہل خیر، دینی جماعتوں کے رہنماؤں، دینی جذبہ رکھنے والے احباب جو بعد ازاں پریشان ہوتے ہیں انہیں آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ یقین مانیں یہ بھی ثواب کا کام ہے۔ اگر اس بارے سنجیدگی نہ دکھائی گئی تو بہت جلد یہ آپ کے خاندان، آپ کے گھرانے، آپ کے دینی ادارے، آپ کی سماجی روایات اور آپ کے طرز زندگی کو متاثر کرے گا بلکہ بدل کر رکھ دے گا۔ اگر آپ قانون سازی کے شعبے میں کوئی سرمایہ کاری نہیں کریں گے، کچھ بوئیں گے ہی نہیں تو کل جب آپ کو اپنی دینی روایات، مدارس و مساجد کا نظام بچانے کے لیے قانون کی مدد درکار ہو گی تو آپ کچھ کاٹ نہیں سکیں گے صرف ہاتھ ملتے رہ جائیں گے، الزام تراشی، طعنہ زنی، فتوے، غصہ بھری پوسٹیں، احتجاج، ریلیاں اور تقریریں کرنے سے پہلے اپنے حصے کا یہ کام کرنے کے بارے میں بھی ضرور سوچیں۔

قرآن مجید نے واضح کیا ہے کہ آپ کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لئے آپ نے کوشش کی۔ اگر کچھ سرگرمی ہی نہیں تو بہتری کی امید کیسی۔ اگر آپ یہ سوچ کر بیٹھے ہیں کہ جاگیر دار، وڈیرے، سرمایہ دار، ارکان پارلیمنٹ، این جی اوز کے رضاکاروں کے زیر اثر ایسی قانون سازی کریں گے جو دینی روایات کی امین ہو گی تو اسے صرف معصومیت ہی قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ دنیا ایک میدان ہے۔ جو کوشش کرے گا، سرگرمی دکھائے گا اسے کچھ نہ کچھ حاصل بھی ہو جائے گا۔ جب کچھ شروع ہی نہیں کیا، کچھ بویا ہی نہیں تو پھل کی کیا امید ہے۔ آیئے ٹرانس جینڈر ایکٹ سے ہی سبق حاصل کرلیں۔ سب مل بیٹھیں اور مضبوط، ٹھوس لائحہ عمل مرتب کریں۔ اس پراسس پر نظر رکھنے کا انتظام کریں۔ اس قانون کو منسوخ کرانے کے لئے بھی کوشش کریں، دیگر قوانین کا بھی جائزہ لیں اور آئندہ ایسے قوانین کو چار سال بعد ڈسکس کرنے کی بجائے بروقت روکنے کا اہتمام کریں۔

ڈاکٹر ثوبیہ الطاف

انٹر سیکس اور ٹرانس جینڈر

(Intarsex & Transgender)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ﴾[النساء: 1]

”اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر انہی میں سے تمہارا جوڑا بنایا اور ان دونوں کی بدولت بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔“

مزید فرمایا:

﴿خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾[الزمر: 6]

”تم کو پیدا کیا ایک جان سے، پھر اس سے اس کی بیوی بنائی۔“

مرد وزن کی تقسیم خاندانی نظام کے لیے نعمت اور نسل کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ﴾

[الحجرات: 13]

”اے انسانو! بیشک ہم نے تمہیں مرد و عورت سے پیدا کیا اور تمہیں گروہوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا تا کہ تم پہچانے جاؤ۔“

﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝۴۹ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ﴾

[الشوری: 49، 50]

”وہ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے، یا کسی کو دونوں ہی دیتا ہے۔“

﴿وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى﴾[آل عمران: 36]

”اور مرد عورت کی طرح نہیں ہوتا۔“

غرض اللہ نے دو ہی اصناف بنائی ہیں مرد اور عورت یا لڑکا اور لڑکی اور انہیں فطرت پر پیدا کیا ہے فرمایا:

﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ﴾[الروم: 30]

"اللہ تعالیٰ کی فطرت جس پر انسان کو بنایا ہے اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا"

اتنی واضح آیات جن میں بارہا دو ہی اصناف کا تذکرہ کیا گیا ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تیسری جنس یا مخنث کیا ہے؟ ہیجڑے، کھسرے، خواجہ سرا کون ہیں؟

ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ جو بچے پیدائشی طور سے ایسے ہوں کہ ان کے جسمانی اعضاء سے ان کی صنف واضح نہیں ہوتی(Ambiguous Gennitalia) انہیں Hermaphrodite یا Intersex کہا جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی جیسے کچھ بچے پیدائشی نقص کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں مثلاً Cleft Lip/palate ہاتھ پیروں کا مڑا ہونا، دل میں سوراخ ہونا، ہاتھ کی پانچ کے بجائے چھ انگلیاں ہونا وغیرہ وغیرہ۔ سائنسی ترقی سے سرجری کے ذریعہ جس طرح ان بیماروں کا علاج ممکن ہے اور نقص کو ٹھیک یا کم کر دیا جاتا ہے بالکل اسی طرح جنسی یا تولیدی نظام سے متعلق Ambiguous Gentalia والے بچوں کی بھی علاج کے ذریعہ درستگی ممکن ہے چونکہ اندرونی طور پر یہ بچے اصلاً XX عورت ہیں یا XY مرد۔ بعض اوقات رحم مادر میں جنین کے دوران ایک XX لڑکی میں کسی وجہ سے مردانہ ہارمون Androgens کی زیادتی کے باعث باہر کے اعضاء مردانہ مشابہت اختیار کر جاتے ہیں، اور کبھی XY لڑکے میں جنین کے دوران اسی ہارمون کی کمی کے باعث لڑکے کے باہر کے اعضاء نامکمل رہ جاتے ہیں۔ ایک research کے مطابق ایسے بچوں کی تعداد 1/4500 ہے جو Intersex دوہرے نظام کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں، انہیں True Hermaphrodite کہا جاتا ہے۔ ان کی تعداد آٹے میں نمک یا نمک میں Iodine کی مقدار سے بھی کم ہے بلکہ یہ قسم عمومی طور سے ناپید ہے۔ دراصل ان کے پیدائشی ظاہری اعضاء واضح نہ ہونے کے باعث والدین اندازہ لگا کر اسے جنسی شناخت دیتے ہیں، اور اسی حساب سے بچے کو پالتے ہیں۔ ان میں سے 80-90 فیصد اندرونی طور سے لڑکیاں ہوتی ہیں مگر ظاہری اعضاء ہارمونز کی وجہ سے مردانہ ہوتے ہیں، بلوغت کے قریب پہنچنے پر جسم میں Sex hormone بننے کے باعث ان کی اصل جنس واضح ہونے لگتی ہے۔ ایسی صورت میں مختلف ٹیسٹ مثلاً Chromosomal analysis یعنی جینیاتی تحقیق اور الٹراساؤنڈ وغیرہ کے ذریعہ ان کی جنس معلوم کی

جاتی ہے۔ دو سے تین سر جریاں ہوتی ہیں، جس سے وہ ایک صحیح اور اصل جنس کے ساتھ جو اللہ نے دیکر اسے بھیجا تھا نارمل زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم سنتے ہیں کہ لڑکی لڑکا بن گیا۔ یہ بات واضح رہے کہ اندرونی طور سے جو جنس ہوتی ہے وہی رہتی ہے اسے تبدیل نہیں کیا جاتا اور نہ ہی کر سکتے ہیں صرف defect یا نقص کو درست کیا جاتا ہے، جو عموماً بیرونی ہی ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس معاملے میں آگاہی پھیلائیں، والدین اسے اللہ کی آزمائش سمجھ کر ایسے بچے کو ایک نارمل بچے کی طرح پالیں، اسے اپنی ٹھنڈی چھاؤں اور محبت کے سائے میں پروان چڑھائیں اور کسی دوسرے کی باتوں میں نہ آئیں بلکہ سمجھ لیں کہ اس میں ایک ایسی پیدائشی کمزوری یا نقص ہے جس کا علاج ممکن ہے، کسی کے حوالے کرنے کی بجائے انہیں جینے کا مکمل حق دیں، ان کے لیے علاج کی سہولت کو آسان بنائیں اور انہیں معاشرہ کا مفید اور کار آمد شہری بنائیں کیونکہ ہیجڑا ہونا ایک پیدائشی نقص ہے جو زیادہ تر صورتوں میں قابل علاج ہے۔

Transgender

اب سوال Transgenders کا ہے کہ وہ کیا بلا ہے؟ جس کے لیے بل پاس کروانے کی تگ و دو ہو رہی ہے۔ یہ LBTQ وغیرہ کی اصطلاح کن کے لیے ہے؟ Transgenders وہ ہیں جو کسی جسمانی اعضاء کی کمزوری یا نقص کے ساتھ پیدا نہیں ہوتے بلکہ ان کے اندرونی اور بیرونی اعضاء بالکل متعین اور نارمل ہوتے ہیں۔ وہ XX لڑکی ہوتی ہیں یا XY لڑکے، مگر کچھ وجوہات کی بنا پر وہ اپنی صنف سے راضی یا مطمئن نہیں ہوتے انہیں Non-Binary کہا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ پیدائش سے پہلے کسی خاص رطوبت کے باعث مثلاً Serotonin وغیرہ یا Genetic Prediipositon کے سبب یا بعد میں اثر ڈالنے والے Environmental کے سبب یا بعد میں اثر ڈالنے والے Environmental یعنی ماحولیاتی اثرات کے باعث نفسیاتی مسئلہ کی شکل اختیار کر جاتا ہے جسے Gender Dysphpria کہا جاتا ہے۔ اس میں مبتلا شخص اپنے آپ کو پیدائشی جنس سے الٹ جنس میں محسوس کرتا ہے اور اپنی ہی جنس کے افراد میں جنسی کشش رکھتا ہے۔ 3-4 سال کی عمر میں بچہ جب اپنی جنس کو سمجھنے لگتا ہے تو یہ بیماری ظاہر ہونا شروع ہوتی ہے اور کبھی کبھار ایک سال کی عمر میں بھی اس کی علامات نظر آ جاتی ہیں مثلاً کپڑے، کھلونے اور رنگوں کا انتخاب وغیرہ۔ Co-education یا مخلوط نظام تعلیم اس کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔ جیسا کہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سی

بہنوں کے بعد آنے والا بھائی بہنوں جیسی چیزیں پسند کرتا ہے اور ویسے ہی بولتا ہے یا بہت سے بھائیوں کی بعد آنے والی بہن Tom boy سی بن جاتی ہے۔ ایسے بچے خود اعتمادی کی کمی کا شکار ہوتے جاتے ہیں اور آسانی سے bully بھی کئے جاتے ہیں جو مزید ان کے لیے تباہ کن ہوتا ہے۔ وہ اپنے اندر جسم کے خلاف ایک جنگ لڑ رہا ہوتا ہے اسے اپنے گھر، خاندان، تعلیمی ادارہ میں قبولیت ملتی ہے نہ ہی معاشرہ میں، بلکہ الٹا سب اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

علاج

یہ بچہ یقیناً ہمدردی اور علاج کا مستحق ہے۔ 13۔12 سال کی عمر تک ایسے بچوں کا علاج ممکن ہوتا ہے اور 90 فیصد بچے بروقت علاج سے ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر اس کے بعد یہ مسئلہ سنگین نوعیت اختیار کر لیتا ہے، لہذا اس نفسیاتی بیماری کی بروقت تشخیص اور علاج کروانا بہت ضروری ہے۔ اگر کسی والدین کو اپنے بچے میں ایسی علامات نظر آئیں تو مختلف Therapies یا طریقہ کار موجود ہیں جو انہیں اس مرض سے نکالنے میں مددگار ہوتے ہیں۔ تشخیص اور علاج نہ ہونے کے باعث یہ مریض اندر ہی اندر اس بیماری سے لڑتے رہتے ہیں، اپنے اس غیر فطری نفسیاتی رجحان کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں کیونکہ وہ نارمل زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ملک اور کئی دوسرے ممالک اور مذاہب میں ہم جنس پرستی کو غیر فطری اور ممنوع قرار دینے کے باعث یہ کراہت ایسے مریضوں کو صحت یاب ہونے میں مدد دیتی ہے جبکہ exposure یا چھوٹ ملنے پر ایسے افراد ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور صنفی شناخت کی خرابی ہی کو اپنا طرز زندگی بنا لیتے ہیں۔ کبھی کبھار یہ اپنی پیدائشی جنس سے اتنے بیزار ہوتے ہیں کہ شیطان کے بہکاوے میں آکر گمراہی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔ شیطان انہیں سرجری کے ذریعہ اپنی صنف کو ختم کر کے دوسری صنف بنانے پر لگا دیتا ہے۔ قرآن مجید نے تبدیلیٔ صنف کو شیطان کا ہتھکنڈا اقرار دیا ہے، شیطان نے کہا:

﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾[النساء:119]

"اور میں ان کو حکم دوں گا اور وہ خدائی ساخت میں تبدیلی کریں گے۔"

آج LGBT اور LGBT fluid سے مراد یہی لوگ ہیں جو زمانہ قدیم میں اور آج بھی مختلف ناموں سے انسانیت کو گمراہی کے راستے پر لگائے ہوئے ہیں۔ انسانی فطرت اور ہمارا دین ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا۔ 20 سال سے زائد عمر کے ایسے افراد کو چاہیے کہ وہ نفسیاتی امراض کے ماہر ڈاکٹر سے رجوع کریں جو انہیں

Anti-Anxiety یا Mood Stabilizers وغیرہ دیتے ہیں مگر جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ نفسیاتی امراض کا زیادہ تر تعلق دواؤں کے ساتھ ساتھ انسان کی Will Power اور ضبط نفس سے منسلک ہوتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس پر شہوت کا غلبہ ہو اسے چاہیے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔"

زندگی ایک مسلسل امتحان کا نام ہے اور انہی جذبات کو کنٹرول کرنا ہی انسانی امتحان ہے نہ کہ ان جذبات کی رو میں بہہ کر اپنی من مانی زندگی اختیار کی جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی طرح رہتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی طرح رہتی ہیں۔ ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والی حرکت کرتا ہے۔"

تجاویز:

خود ساختہ Transgenders نفسیاتی اور جسمانی حساب سے چنگے بھلے مرد ہوتے ہیں، مگر روزگار کی خاطر زنانہ روپ دھار کر ناچ گانے یا گداگری کا پیشہ اختیار کرتے ہیں اور خواجہ سراء کمیونٹی میں شامل ہو کر اس کی تعداد میں اضافہ کا سبب ہیں۔

1۔ ہمارے ہاں ہیجڑے پن کو سنگین معاشرتی مسئلہ بنا دیا گیا ہے جبکہ اصلاً یہ ایک biological یعنی انسانی ساخت میں بناوٹ کے نقص کا مسئلہ ہے جو عمومی طور پر قابل علاج بھی ہے، لہٰذا ایسے بچوں کو ان کے والدین کے گھروں میں ہی قبولیت دی جانی چاہیے نہ کہ اس مظلوم کمیونٹی کے نیٹ ورک کا حصہ بننے پر مجبور کیا جائے جہاں وہ صرف Sex Work یا گداگری اختیار کریں اور اذیت ناک زندگی سے دوچار ہوں۔

2۔ حکومتی سطح پر ایسے Rehabilitation Centers کا قیام عمل میں لایا جائے جو ان کی بہبود کے بارے میں نہ صرف معاشرتی آگاہی پھیلائیں بلکہ ایک پورے Panel پر مشتمل بورڈ ہو جس میں میڈیکل آفیسر، سائیکالوجسٹ، سائکاٹرسٹ، گائناکالوجسٹ اور سرجن ہو، جہاں ان کو جنسی حوالے سے پیش آنے والی مشکلات کا حل کیا جائے، نہ کہ لوگوں کے فطری تشخص کو بدلا جائے۔

3۔ کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہونا چاہیے کہ وہ خود سے خود دل میں اٹھنے والے رجحان کے باعث اپنی صنف کا فیصلہ کر سکے۔

4۔ Castration یا خصّی کرانے کو غیر قانونی قرار دیا جائے کیونکہ یہ حرام ہے۔

5۔اسکولوں اور تعلیمی اداروں میں اساتذہ کے لیے باقاعدہ ورکشاپس کا اہتمام کیا جائے اور انہیں وہ معلومات فراہم کی جائیں یعنی Assessbilitation Center دیئے جائیں جس کے باعث اساتذہ ایسے بچوں کی بروقت شناخت کر کے ان کے والدین سے رابطہ کریں اور انہیں Rehabilitation Center میں بھجوائیں تاکہ وہ بچے والدین کی مسلسل تربیت اور ماہرین کے زیر نگرانی مکمل تعلیم حاصل کر کے روزگار کے ساتھ نارمل زندگی گزار سکیں۔

6۔مصنوعی یا اصلی ہیجڑوں کو گداگری سے ہٹا کر ہنر سکھایا جائے اور ان کا جنسی استحصال بند کیا جائے۔

7۔میڈیا خواہ پرنٹ ہو، Electronic یا Social ہو اس پر ہر قسم کا Obscene یا غیر اخلاقی مٹیریل بند کیا جائے۔ LGBTQ یا Pornography کی نمائندگی کرنے والی Sites کو حکومتی سطح پر بند کیا جائے اور ان کی تشہیر پر بھی پابندی لگائی جائے نیز ایسے پروگرامز کئے جائیں جہاں Gender Dysphoria کی آگاہی اور ان کے علاج وغیرہ سے متعلق معلومات فراہم کی جائیں۔

کسی گھر میں اگر ذہنی معذور بچہ پیدا ہو جائے تو کوئی اس بچہ کو یا انسانی جان کو ہلاک نہیں کرتا بلکہ ساری زندگی اس کے ساتھ گزارتا ہے، پیدائشی صنفی اعضاء کے نقص والا بچہ ہو جائے تو لوگ اس سے نفرت اور اہل خانہ اس پر شرم محسوس کرنے لگتے ہیں، اور جلد ہی اس کو جدا کرنے کے طریقے اختیار کئے جانے لگتے ہیں، حالانکہ ممکن ہے کہ وہ بچہ ذہنی طور پر عام بچوں سے بہتر ہو، اور تھوڑی سی محبت اور علاج سے جسمانی طور پر بھی بالکل چنگا بھلا ہو سکتا ہے۔

پاکستان ایشیا کا واحد ملک اور دنیا کے چند ممالک میں سے ہے جس نے خود ساختہ صنفی پہچان (Trans-gender) سے متعلق قانون کو 2018ء میں تسلیم کیا تو بین الاقوامی میڈیا بھی حیران ہے کہ یہ بے راہروی تو ابھی مغربی ممالک کے باشندوں کو ہضم نہیں ہو رہی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں کیسے تسلیم کر لی گئی۔ 2018ء میں پاس ہونے والا Transgender Law بلاشبہ ہیجڑوں کے حقوق کی آڑ میں کھلے عام فحاشی کو فروغ دینے کا ذریعہ ہے، جو دراصل ہم جنس پرستوں کی خاطر بنایا گیا ہے۔

International Community نے پاکستان میں بننے والے اس Act کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ

بین الاقوامی قانون کی پابندی اور LGBT Plus (ہم جنس پرستی) کی عالمی تحریک کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے بنایا گیا ہے۔ لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے پہلے انہیں Gender Dysphoria کے مریضوں کے ساتھ ملایا اور پھر ان کے حقوق کی تحریک چلا دی۔ اس لیے اکثر لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہی نہیں ہے۔

اسلام انسانی حقوق کے تحفظ کا دین ہے اور یہ حقوق کسی انسان کی خواہشات سے حاصل نہیں کئے جاسکتے۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اور مومن امن کا مظہر ہے نہ کہ فحاشی اور فساد کا۔

یہ بات بھی مدنظر رہے کہ آئین پاکستان پہلے ہی ہر شہری کو بلا تفریق تمام بنیادی انسانی شہری حقوق کی ضمانت دیتا ہے اور 2011ء کی Ruling خاص ہیجڑوں کے حقوق کے لئے مزید ہے۔

ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہمیں بحیثیت مسلمان اللہ کے عذاب کو دعوت دینے سے ہر حال میں بچنا چاہئے، کیونکہ Transgenders کا یہ قانون کھلے عام عملِ قومِ لوط کو فروغ دینا ہے جس کا انجام صرف اور صرف تباہی اور بربادی ہے یہ وہ واحد قوم ہے جس کو چار عذاب دیے گئے:

صَيْحَةً: چیخ آئی۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ: ہلاک کر مارے گئے۔

جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا: اوپر لے جا کر نیچے پٹخے گئے۔

وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ: پتھروں کی بارش برسائی گئی یعنی رجم یا سنگسار کیے گئے اور پوری قوم نست و نابود کر دی گئی۔

اگر اس فتنہ پر بروقت قابو نہ پایا گیا تو یہ اجتماعی طور پر اللہ کی نافرمانی ہوگی اور یاد رکھیں کہ اجتماعی گناہ کا عذاب بھی اجتماعی طور پر آتا ہے۔

اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ، وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ، وَعَافِنَا قَبْلَ ذَلِكَ»

[سنن الترمذي:3450]

”اے اللہ! تو اپنے قہر و غضب سے ہمیں نہ مار اور نہ ہی اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک کر بلکہ ہمیں ایسے وقت سے پہلے ہی بخش دے۔“

فائقہ اویس

بدلتے سماجی رویے اور ہماری ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا، آپ کی لائی ہوئی شریعت کی بنیاد پر جو تہذیب وجود میں آئی اس نے ایسا معاشرہ تشکیل دیا کہ جس کی پہچان ہی امن وانصاف اور دنیا وآخرت کی فلاح تھی۔ دراصل اسلامی اقدار و روایات ہی سے وہ سماجی رویے تشکیل پائے جو اسلامی معاشرے کی بنیاد بنے، اور انہی سے دنیا عملاً پر امن اور فلاحی معاشرے کا نمونہ بن گئی، یہ تاریخ کی وہ حقیقت ہے جسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

انسانی معاشرے میں ترقی اور تنزلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ اسی اصول کے تحت ماضی میں اسلامی معاشروں نے ترقی کی اور ایک لمبے عرصے تک کے لیے باعثِ رشک بنے رہے۔ مگر جب اقدار و روایات نے اسلامی تعلیمات سے اجتماعی روگردانی کی روش اختیار کی تو تنزلی کا وہ عمل شروع ہوا جو اب اس انتہا تک جا پہنچا ہے کہ مثالی سماجی رویوں کا حامل وہ معاشرہ جو اسلامی تہذیب و تمدن سے آراستہ تھا ایک بے ہنگم اور مخلوط تہذیب کے حامل معاشرے میں تبدیل ہو گیا ہے، جس کی کوئی واضح سمت نہیں ہے۔

اس صورت حال کے اسباب میں اسلام اور پاکستان کی دشمن قوتوں کا ایجنڈہ ہے جس کا بنیادی ہدف اسلام کا معاشرتی نظام اور مسلم نوجوان ہیں۔ اس ایجنڈے کو پورا کرنے کے لیے میڈیا اور خصوصاً سوشل میڈیا اپنا بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے ذریعے گلوبل ویلج کی مثبت اور منفی معلومات نوجوان نسل کی دسترس میں آ گئی ہیں۔ مادر پدر آزاد تہذیب کے پروردہ سماجی رویئے ترقی اور اظہار رائے کی آزادی کے نام پر ہمارے معاشرے میں تیزی سے سرائت کر رہے ہیں۔ اکیسویں صدی کی تیز رفتار ٹیکنالوجی کو استعمال کر کے اسلام دشمن ایجنڈے کی حامل ملٹی نیشنل کمپنیوں کے کمرشلز نے اخلاقی اقدار کا جنازہ نکال دیا ہے۔ **جیسے چاہو... داغ تو اچھے ہوتے ہیں... سب کہہ دو.... اب کچھ نہیں چھپانے کو سب کچھ ہے دکھانے کو...** جیسے سلوگنز کے ذریعے مادہ پرستی، آزادانہ لذت کے حصول، بے حیائی کی ترویج اور نوجوانوں کو اسلامی تہذیب سے دور کرنے کے ساتھ ساتھ اخلاق سے عاری رویوں کا عادی بنا رہے ہیں۔ آج نوجوانوں میں والدین، اساتذہ اور بزرگوں کا احترام مفقود ہے، اعتماد اور آزادی کے نام پر بے حیائی فیشن بن چکی ہے جبکہ اسلام کا تو شعار ہی 'حیا' ہے۔

مشکوۃ شریف کی حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ہر دین کا ایک شعار ہوتا ہے اور اسلام کا شعار حیا ہے"

یہ اسلامی شعار جس پر معاشرے کے اخلاقی نظام کا دارومدار رہا ہے باطل قوتوں کے نشانے پر ہے۔ جس کے لیے اب Gender Issues کی آڑ میں نوجوانوں کے اخلاق و کردار کی تباہی کے لیے قانون سازی کی جارہی ہے۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کے ارادوں کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں لوگوں کو حکم دوں گا اور وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کریں گے۔

اسی شیطانی ارادے کو پورا کرنے کے لیے تیسری صنف کے حقوق کی آڑ میں بے حیائی، ہم جنس پرستی اور صنفی بے راہ روی کو پھیلانے والے قوانین وضع کیے جارہے ہیں۔ جسمانی طور پر واضح صنفی شناخت رکھنے والے مرد اور عورتوں کو اس قانون کے ذریعے اختیار دیا جارہا ہے کہ اپنی حقیقی صنفی حیثیت کے بجائے دوسری صنف کی حیثیت سے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر نادرہ میں رجسٹر کرواسکتے ہیں۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے اس قانون سازی کے بعد مرد، عورت بن کر اور عورت، مرد بن کر جو صنفی بے راہ روی پھیلا سکیں گے اس کا نتیجہ خاندانی نظام کی تباہی، ہلاکت خیز بیماریوں اور نت نئے مسائل کی شکل میں نکلے گا، اسلام کا نظام عفت و عصمت متاثر ہو گا، نکاح کے ذریعے بننے والے خاندانی نظام کو نقصان پہنچے گا، جس سے معاشرہ تباہی کی اس دلدل میں دھنستا جائے گا جس میں آج مغرب کا مادر پدر آزاد معاشرہ دھنس کر تباہی کا شکار ہو چکا ہے۔

یہ ساری صورتحال اگرچہ بہت خوف ناک ہے مگر الحمد اللہ اب بھی خیر کا ایک بہت بڑا عنصر پاکستانی معاشرے میں موجود ہے۔ اس ناپاک قانون سازی کے خلاف جماعت اسلامی اور دیگر اصحابِ خیر تنظیمیں اپنی بھرپور کوشش کر رہی ہیں۔ مگر اب ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام الناس اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور ہر قسم کے سیاسی اور گروہی اختلافات کو پس پشت ڈال کر میدان عمل میں اتریں اور اسلامی معاشرے کے خلاف ہونے والی ان کوششوں کو ناکام بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴾ [الرعد: ١١]

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

لہٰذا ضروری ہے کہ اسلام دشمنوں کی ان چالوں سے پوری طرح باخبر رہا جائے، انہیں سمجھا جائے اور درست حکمت عملی کے ذریعے ان چالوں کو ناکام بنایا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آبادی میں حقیقی مخنث افراد کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم ہے۔ ان کے حقوق کے لیے کوشش ضرور کی جائے ان کی تعلیم و تربیت، علاج معالجہ اور معاشی مسائل کے حل کے لیے کام کیا جائے،

لیکن ان کی آڑ میں اباحیت وبدکاری کو فروغ دینے والے اقدامات کی اجازت نہ دی جائے۔ ہر طرح کے ذرائع ابلاغ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری محسوس کریں۔

- LGBT جو اس ایجنڈے پر کام کرنے والی عالمی تنظیم ہے اس کے مواد سلوگنز، اشتہارات اور اشاروں کو میڈیا پر Promotion نہ دی جائے، اس پر پابندی عائد کی جائے۔
- نوجوان اور خواتین ہمارا مستقبل اور آئندہ نسلوں کے معمار ہیں لہذا اس حوالے سے ان میں شعور بیدار کرنے اور اسلامی معاشرتی اقدار کی برکتوں سے روشناس کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔
- دور جدید کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے بچوں اور نوجوانوں کی دینی تربیت اور ان کے عقائد کی درستگی کا کام کیا جائے۔
- نوجوانوں کے نفسیاتی مسائل کو سمجھا جائے اور انہیں حکمت اور شفقت سے حل کرنے اور کروانے کی طرف توجہ دی جائے۔
- پاکستان کے بے سمت تعلیمی نظام کی درستگی اہم ترین کام ہے، اسے بامقصد بنانے کے لیے نصاب کی درستگی ضروری ہے، اس کے لیے سرکاری تنظیمی اور ادارے تجاویز اور تعاون فراہم کریں۔
- قرآن وحدیث کی تعلیم، اسلام کی روشن تاریخ اور مسلم مشاہیر کی سیرتوں کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے۔
- اردو کو قومی زبان ہونے کی حیثیت سے ذریعہ تعلیم کا درجہ دلوایا جائے۔ کیونکہ یہ زبان ہمارے تہذیبی ورثے کی امین ہے۔
- مذکورہ بالا کام کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے اور اس سے مدد طلب کی جائے۔
- اسلامی نظام کے نفاذ کا وعدہ پورا کرنے کے لیے اقتدار کے ایوانوں میں امین اور اہل لوگوں کو منتخب کر کے بھیجا جائے جو قوم کے خیر خواہ ہوں اور وطن عزیز کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا عزم رکھتے ہوں، تاکہ پاکستان اور ہماری آئندہ نسلوں کا مستقبل محفوظ اور روشن ہو سکے۔ کیونکہ اسلامی پاکستان ہی خوشحال پاکستان ہو گا، ان شاء اللہ

ترتیب: حافظ عبد الرحمٰن عزیز

شرح كتاب التوحيد (صحيح بخاري)

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾[الإسراء: ۱۱۰]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ”آپ کہہ دیجئے: اللہ (کہہ کر) پکارو یا رحمن (کہہ کر) جونسا نام بھی تم پکاروگے سب اچھے نام اسی کے ہیں۔“

اس باب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی صفت 'رحمن' کا اثبات ہے۔

یہاں سے اللہ تعالیٰ کے ناموں اور صفات کا تذکرہ شروع ہو رہا ہے۔ کسی بھی ذات اور شخصیت کا بنیادی تعارف اس کے نام اور تفصیلی تعارف اس کی صفات سے ہوتا ہے۔

امام بخاری قرآن وحدیث سے اللہ کی صفات ثابت کرتے ہیں، جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ جو ان صفات کا انکار کرتا ہے، وہ دراصل کتاب وسنت کا انکار کر رہا ہے۔

لفظ 'اللہ' اسم جامد ہے یا مشتق؟

ذات باری تعالیٰ کا ذاتی نام 'اللہ' ہے، البتہ لفظ 'اللہ' کے اسم جامد یا مشتق ہونے میں علماء لغت نے بحث کی ہے، یعنی صرفی تحلیل سے اسم اللہ بنا ہے، یا ہمیشہ سے یہی نام ہے۔ اسم جامد کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ مشتق کہنے کے لیے لازم ہے کہ اس لفظ کا کوئی مادہ ہو جس سے وہ مشتق ہوا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ھوالاوّل والآخر ہیں، ان کے ناموں میں قدامت وحدوث کی فلسفیانہ بحث نہیں ہو سکتی ایک دلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عبرانی میں اللہ کو 'ایل' کہتے ہیں، جیسا کہ اسرائیل، جبرائیل، اسرافیل وغیرہ میں 'ایل' اللہ کا نام ہے، جو عربی میں آنے کی وجہ سے 'اللہ' بن گیا ہے۔

اسم مشتق کہنے والوں کے ہاں إلٰه کی صرفی تحلیل (باب فتح) أَلَهَ يَأْلَهُ أُلوهَةً وإِلاهَةً وأُلوهِيةً ہے، بعض نے اسے أَلِهَ يَأْلَهُ (باب سمع) سے بنایا ہے، لیکن پہلا موقف درست ہے، جس ذات کی طرف حیرانیوں اور پریشانیوں میں رجوع کیا جائے اسے مألوہ کہتے ہیں، الٰه کے شروع میں 'ال' معرفہ لگانے سے اسم

'اللہ' بن گیا۔ الٰہ بمعنی معبود ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں تفاضل

اگر اللہ کے ناموں سے اس کی ذات کی طرف توجہ کریں تو تمام نام برابر ہیں البتہ ان کے معنی کی طرف توجہ کریں تو کمی بیشی ممکن ہے، جیسا کہ رحم کے اعتبار سے رحیم کی نسبت رحمان میں زیادہ مبالغہ ہے۔ اسی طرح اللہ کے ناموں میں بندوں کی ایمانی کیفیت کے اعتبار سے بھی فرق ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے نبی ہونے کے اعتبار سے تمام انبیاء برابر ہیں، لیکن انبیاء میں باہمی فضیلت بھی موجود ہے۔

رحمن کا معنی

رحمان کا اصل رحمت ہے اور یہ فَعلان کے وزن پر ہے۔ یہ وزن اس قدر مبالغہ کے لیے استعمال ہوتا ہے کہ ضرورت کو بھی عبور کر جائے۔ فَعلان کا وزن کسی حالت میں بہت زیادہ اضافے کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے، جیسا کہ ایک پیالہ میں پانی ہے اور وہ پانی اتنا زیادہ ہے کہ پیالے سے باہر چھلک رہا ہو تو اس کو ملْآن کہیں گے۔

یہاں فَعلان کا وزن مبالغے کے لیے ہے، اور فَعیل کا وزن لمبی مدت کو بیان کے لیے آیا ہے، کیونکہ رحمان سے مراد بہت وافر مقدار میں رحمت اور رحیم سے مراد رحمت کا دوام ہے۔

'رحمٰن' ذاتی نام ہے یا وصفی؟

علماء عقیدہ کے درمیان اختلاف ہے کہ رحمٰن 'اللہ' کا ذاتی نام ہے یا وصفی۔ بعض علماء نے 'رحمٰن' کو اللہ کا ذاتی نام قرار دیا ہے اور بعض نے وصفی، لیکن حقیقت یہی ہے کہ ذاتی نام صرف اللہ ہے، باقی تمام نام وصفی ہیں۔ وصفی نام ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ نام اس وصف کی بناء پر رکھا گیا ہے جو مسمی میں پایا جاتا ہے، اس کے لیے صفت مشبہ کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔ ایسے ناموں کو وصفی کہا جاتا ہے۔

البتہ رحمن اپنے معنی میں مبالغہ کی وجہ سے اللہ کی ذات کے ساتھ اس طرح خاص ہو گیا ہے کہ ذاتی نام کے قائم مقام بن گیا۔ اس لیے اللہ کے علاوہ کسی مخلوق کا نام 'رحمن' نہیں ہو سکتا۔ قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کے بعد سب سے زیادہ مبالغے والا جو نام یا صفت بیان ہوئی ہے، وہ 'الرحمن' ہے۔

مولانا عبد الرحمان کیلانی فرماتے ہیں:

"رحمن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے اور اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام اور ر.ح.م. سے مشتق ہیں۔ لیکن لفظ رحمان میں رحیم کی نسبت اتنا زیادہ مبالغہ ہے کہ رحمن کا لفظ دوسرے نمبر پر اللہ کے ذاتی نام کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس کی صراحت قرآن کی بے شمار آیات میں مذکور ہے، مثلاً

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴾ [الرحمن: ۱، ۲]

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾[طه: ۵]

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴾ [الإسراء: ۱۱۰]

اس لحاظ سے اللہ کی مخلوق پر اللہ کے وصفی ناموں میں سوائے رحمن کے اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک انسان رحیم، رؤف، کریم وغیرہ سب کچھ کہلا سکتا ہے مگر 'رحمن' اللہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ حدیث صحیح میں مذکور ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ دو نام پسند ہیں ایک عبد اللہ، دوسرا عبد الرحمٰن۔ [سنن الترمذی: ۲۸۳۳]

کیا وصف علم بن سکتا ہے؟

صحیح بات یہ ہے کہ عَلَم کے ساتھ وصفیت جمع نہیں ہوتی، مگر جب وصف مشہور ہو جائے تو شہرت کے وجہ سے وہ علم کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ ابن حاجب نے حاتم کے بارے میں کہا ہے کہ یہ شاذ (خلاف اصول) ہے، کیونکہ وصف نام نہیں ہوتا لیکن جب شہرت کے صورت بن جائے پھر وہ عَلَم سے بھی آگے ہوتا ہے۔

عربوں نے رحمن کا انکار کیوں کیا؟

عربوں میں اسم 'اللہ' تو معروف تھا، لیکن 'الرحمٰن' مستعمل نہیں تھا۔ جب قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لیے الرَّحْمٰنَ کا لفظ استعمال ہوا تو سینکڑوں خداؤں کو ماننے والے عربوں نے سمجھا کہ شائد 'رحمٰن' اللہ کے علاوہ کوئی دوسری ذات ہے، چونکہ وہ اللہ کے درجہ پر کسی دوسرے کو ماننے پر تیار نہ تھے، وہ بتوں کو بھی اللہ کے تابع مانتے تھے، جس طرح آج مسلمان جن ہستیوں کی پوجا کرتے ہیں، انہیں اولیاء اللہ سمجھ کر مانتے ہیں، اس لیے انہوں نے رحمٰن کو ماننے سے انکار کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴾[الفرقان: ۶۰]

"اور جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں: رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ کیا جس کے لئے تم ہم سے کہتے ہو ہم اسکے آگے سجدہ کریں کیونکہ وہ اس بات سے بدکتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھواتے ہوئے جب رسول اللہ ﷺ نے 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' لکھوایا تو قریش کا نمائندہ کہنے لگا یہ رحمٰن کون ہے؟۔ ہم اسے نہیں جانتے، اس لیے اسے کاٹا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے کاٹ کر قریش کے دستور کے مطابق 'بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ 'لکھوادیا۔[1]

قریش نے اعتراض کیا کہ محمد ﷺ جب توحید کا درس دیتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو غلط کہتے ہیں، لیکن خود 'اللہ' کے علاوہ 'رحمٰن' کو بھی پوجتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾[الإسراء: ۱۱۰]

"ان سے کہئے کہ اللہ (کہہ کر) پکارو یا رحمن (کہہ کر) سب اچھے نام اسی کے ہیں" ۔[2]

یعنی آپ اللہ کو پکارو یا رحمن کو پکارو کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ یہ دونوں نام اللہ کے ساتھ خاص ہیں، ایک تو اللہ کا ذاتی نام ہے دوسرا وصفی نام، بہر حال دونوں اللہ کے ساتھ خاص ہیں۔ اللہ تعالیٰ تنہا ذات ہے، لیکن اس کے نام اور صفات بہت ساری ہیں، اگر اللہ کی توحید تسلیم کرتے ہوئے اسے کسی دیگر اچھے نام اور اعلیٰ صفت سے پکار لیں تو یہ جائز ہے۔ ذات میں تنوع شرک ہے، لیکن وحدہ لاشریک ذات کو متنوع ناموں اور صفات سے متصف کرنا تنوع ذات پر دلالت نہیں کرتا، اس لیے جائز ہے۔

رحمن اور رحیم میں فرق

رحمٰن اور رحیم دونوں صفات لفظ 'رحم' سے مشتق ہیں، دونوں میں فرق یہ ہے کہ رحمن سے مراد عام رحمت کرنے والا اور رحیم سے مراد خاص رحمت کرنے والا، بعض نے اسی معنی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ رحمن سے مراد دنیا میں رحمت کرنے والا اور رحیم کا معنی آخرت میں رحمت کرنے والا۔ بعض نے رحمن سے مراد تمام جن وانس پر رحمت کرنے والا اور رحیم سے مراد اپنے خاص بندوں پر رحمت کرنے والا مراد لیا ہے، یہ سب تعبیریں درست ہیں۔

چونکہ کوئی انسان اتنی وسیع رحمت کا مالک ہو ہی نہیں سکتا کہ دنیا جہاں پر رحمت کرے، البتہ اپنے مخصوص اور متعلقہ لوگوں پر کسی نہ کسی حالت میں سب رحمت کرتے ہیں، اس لیے انسان رحیم ہو سکتا ہے، رحمن نہیں بن سکتا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رحیم کا لفظ انسان کے لیے بھی استعمال کیا ہے، البتہ رحمن کا لفظ اپنی ذات کے علاوہ کسی کے لیے استعمال نہیں فرمایا۔

---

[1] صحیح البخاری: ۲۷۳۱

[2] فتح الباری بحوالہ ابن مردویہ: ۱۴/ ۳۰۷، بسند ضعیف

رحمن کے بعد رحیم آنے کی وجہ

دونوں کلمے جب اکٹھے آتے ہیں تو معنی بنتا ہے کہ بہت زیادہ، بھرپور اور دائمی رحمت والا۔

قرآن مجید میں ۵۷ مرتبہ 'الرحمن' اور ۱۱۴ مرتبہ 'الرحیم' کا لفظ آیا ہے، اور یہ دونوں نام اکٹھے اسی ترتیب سے ۵ مرتبہ آئے ہیں۔ اگر ابتدائے سور میں مکتوب بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بھی شامل کرلیں تو ۱۱۹ مرتبہ یہ نام اسی ترتیب سے آئے ہیں۔ اس کے برعکس ترتیب سے ایک بار بھی استعمال نہیں ہوئے۔

اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عام طور پر کلام میں ادنیٰ سے اعلیٰ کے طرف ارتقاء ہوتا ہے جبکہ رحمن (جو اعلیٰ ہے) سے رحیم (ادنیٰ) کی طرف نسبت کیوں ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ادنیٰ اور اعلیٰ کی بات نہیں ہے۔ بلکہ رحمان میں وافر رحمت کے معنی ہیں جبکہ رحیم میں اسی وافر رحمت کا دوام ہے۔

مولانا عبد الرحمان کیلانی فرماتے ہیں:

"اکثر علماء نے رحمٰن اور رحیم کے فرق کو رحمت کی کیفیت اور کمیت کی کمی بیشی کی مختلف صورتوں سے واضح کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ اور ایک عام قول یہ ہے 'رحمٰن فی الدنیا رحیم فی الآخرۃ' یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمان ہے جو مسلمان، کافر، مشرک سب پر ایک جیسی رحمتیں نازل فرماتا ہے اور رحیم آخرت میں ہے جو صرف ایمانداروں پر رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ صفت رحمانیت کا تقاضا ایسی نعمتیں اور رحمتیں ہیں جو حیات کے وجود اور بقا کے لیے ضروری ہیں۔ اور اس میں صرف انسان ہی نہیں جملہ جاندار مخلوقات شامل ہیں۔ جیسے سورج، چاند، نور و ظلمت، ہوا، پانی اور زمین کی تخلیق جو زندگی کی جملہ ضروریات کی کفیل ہے، نیز ماں کی ممتا اور فطری محبت کے تقاضے بھی اس میں شامل ہیں اور رحیم سے مراد وہ رحمت ہے کہ کسی مصیبت یا ضرورت کے وقت پہنچ کر سہارا دیتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔"

بھول کر اللہ کا نام غلط انداز سے پکارنا

بسا اوقات عبادت کے دوران یا خوشی اور غمی کی کیفیت میں مخلص انسان اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی غیر مناسب کلمہ کہہ بیٹھتا ہے، تو اس کیفیت کی بنیاد پر وہ غیر مناسب کلمہ بھی اللہ تعالیٰ کو برا نہیں لگتا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب انسان اپنے گناہوں کی بخشش مانگتا ہے تو اللہ کو اس قدر خوشی ہوتی ہے، جس قدر اس شخص کو مسرت

ہوتی ہے، جس کی سواری کھانے پینے کے سامان سمیت کسی صحرا میں گم ہو جائے اور اسے اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے، کیونکہ نہ کھانے پینے کا سامان ہے اور نہ ہی صحرا سے نکلنے کا کوئی ذریعہ ہے، اسی دوران اس کی آنکھ لگ جاتی ہے، جب بیدار ہوتا ہے تو وہ سواری زادراہ سمیت اس کے سامنے کھڑی ہوتی ہے، تو وہ خوشی سے حواس کھو بیٹھتا ہے، اور کہتا ہے اے اللہ! تو میرا بندہ میں تیرا رب!"

اب چونکہ یہ کلمات بغیر کسی نیت کے محض شدت جذبات میں ادا ہوئے، اس لیے اس پر اللہ نے بھی اس پر گرفت کے بجائے اظہار مسرت فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تحدید

مذکورہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سارے نام اور بہت ساری صفات ہیں، اس کی حتمی تعداد مقرر نہیں ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی ایک دعا میں ہے:

أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ، أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ، أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ.[1]

"میں سوال کرتا ہوں تیرے ہر اس نام کے واسطے سے جو تو نے اپنا نام رکھا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سیکھایا ہے، یا تو نے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے، یا وہ نام تیرے ہاں پردۂ غائب میں ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے صرف وہی نام نہیں جو قرآن یا حدیث میں موجود ہیں، یا ہمارے علم میں ہیں۔ بلکہ کئی ایسے نام بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی خاص بندے کو سیکھائے ہیں، اور ایسے نام بھی ہیں جو پردہ غائب میں ہیں، کسی کو بھی نہیں بتائے گئے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تعداد

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تعداد لامحدود ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن احادیث میں ننانوے ناموں کا ذکر ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

دراصل ننانوے ناموں والی حدیث کا مقصود اللہ تعالیٰ کے ناموں کی تعداد بتانا نہیں، بلکہ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نام یاد کرنے اور انہیں پڑھنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، کہ نناوے نام یاد کرنے اور پڑھنے والے کو جنت میں داخلہ ملے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

---

[1] مسند أحمد، عن عبد اللهِ بن مسعود (٦/ ٢٤٦): ٣٧١٢

منصوص ناموں کے علاوہ اللہ کا نام رکھنا

بعض اہل علم نے بخاری شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات جو قرآن و سنت میں ثابت ہیں، ان کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ اللہ کے لیے نہیں بولا جاسکتا، یہ بات درست نہیں ہے، کسی بھی زبان میں اللہ تعالیٰ کے لیے جو نام بھی مخصوص کیا گیا ہے اور اس میں کوئی عیب بھی نہ ہو تو اس نام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا پکارنا درست ہو گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا موقف مذکورہ بالا دعا کی روشنی میں یہ ہے کہ کتاب وسنت میں منصوص ناموں کے علاوہ بھی اللہ کے نام ہیں۔ اس لیے انسان اگر کسی ایسے نام سے پکارتا ہے جو اگرچہ قرآن و سنت میں منصوص نہیں ہیں لیکن ان کا معنی و مفہوم درست ہے، تو یہ جائز ہے۔

اسی طرح کسی زبان میں اللہ کے لیے کوئی دوسرا لفظ مخصوص ہے، یعنی اس لفظ کو اللہ کے لیے بولا جاتا ہے، اور وہ نام لینے سے اللہ ہی کا تصور ذہن میں آتا ہے، جیسے ہماری زبان میں خدا، انگلش میں god، ہندی میں اشور وغیرہ، یہ بھی جائز ہیں۔ جب زبانیں اللہ کی نشانی ہیں [الروم:۲۲]، اور دنیا کے ہر مذہب میں اللہ کے متعلق تصور موجود ہے، تو پھر انہیں کیونکر غلط کہا جاسکتا ہے؟۔ سابقہ انبیاء علیہم السلام مختلف اقوام میں ان کی زبان میں ہدایات الٰہیہ لے کر مبعوث ہوتے تھے، ہر نبی کی تعلیمات میں اللہ کا وہی نام تھا جو مخاطب قوم کی زبان میں تھا، جیسے عبرانی میں اللہ کے لیے 'ایل' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا دوسرے مذاہب اور زبانوں کے احکام بھی یہی ہیں۔

اسلام میں مختلف زبانوں کی بناء پر اللہ کے ناموں کی بحث میں ایسی شدت نہیں ہے، کہ اس کے لیے فلاں لفظ بولا جائے یا فلاں نام نہ بولا جائے، اس کے برعکس قریش نے جب لفظ رحمن بولنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں غلط قرار دیا۔ لہٰذا کسی زبان میں بولے جانے والے کسی نام کو غلط نہیں کہا جاسکتا، بشرطیکہ وہ اللہ کے لیے خاص ہو اور اس کا معنی اللہ کی شایانِ شان ہو، یا قرآن و حدیث میں موجود اللہ کے اسماء وصفات کے منافی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی وجودی صفات

لفظ اللہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے تمام نام وصفی ہیں، ان میں سے درج ذیل سات صفات کو اللہ کی ذاتی صفات کہا جاتا ہے۔

① حیات

② قدرت

③ علم

④ ارادہ

⑤ کلام

⑥ سننا

⑦ دیکھنا

اللہ کی حیات مستقل قائم و دائم ہے، جب حیات کامل ہے تو نیند اور اونگ دونوں اس کے منافی ہیں، اس لیے الحی اور القیوم (ہمیشہ قائم رہنے والا) میں نیند اور اونگ دونوں کی نفی شامل ہے۔

اللہ کے اوصاف کیا ہیں، ان کی کیفیت کیسی ہے؟، یہ سب غیبی امور ہیں۔ انہیں انسان اپنی عقل، مشاہدے یا دیگر انسانی صلاحیتوں سے نہیں سمجھ سکتا۔ فلاسفہ اس کو 'الٰہیات' اور ہم انہیں 'غیبی امور' کہتے ہیں۔ غیبی امور انسان کی صلاحیتوں سے بالا ہیں۔ مثلاً اللہ کا عرش کرسی وغیرہ یہ ساری چیزیں عقل سے بالا ہیں، ایسی چیزوں کی کیفیت کے بارے میں صرف وحی کی بات معتبر ہے وحی کے علاوہ کوئی ذریعہ معتبر نہیں۔

٧٣٧٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، وَأَبِي ظَبْيَانَ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لاَ يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لاَ يَرْحَمُ النَّاسَ»

''ہم سے محمد بن سلام نے بیان کیا' انہوں نے کہا ہم کو ابو معاویہ نے خبر دی' انہیں اعمش نے' انہیں زید بن وہب اور ابو ظبیان نے اور ان سے جریر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتے۔''

لطائف الاسناد

امام بخاریؒ اور امام مسلم دونوں نے جریر بن عبد اللہ سے یہ حدیث بیان کی ہے، اصطلاحاً ایسی حدیث متفق علیہ کہلاتی ہے، جس کا مرتبہ معروف ہے۔

شرح الحدیث

مذکورہ حدیث کو اس باب میں لانے کے کئی مقاصد ہیں:

۱. اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا اثبات۔

۲. اس میں رحم دلی اور دوسروں پر رحم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۳. رحم کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ دوسروں پر رحم کرنے والا اللہ کی رحمت کا مستحق ہوتا ہے

۴. اس میں رحم نہ کرنے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے کہ جو اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا وہ اللہ کی رحمت اور نبی ﷺ کی شفقت سے محروم رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يَقُولُ: جَاءَ شَيْخٌ يُرِيدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبْطَأَ الْقَوْمُ عَنْهُ أَنْ يُوَسِّعُوا لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»[1].

"حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص آیا وہ آگے نبی ﷺ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا، لیکن لوگوں نے اسے جگہ نہ دی، جب نبی ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم اور ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کرتا۔"

اس میں بڑے لوگوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ چھوٹے اور ماتحت لوگوں کے معاملے میں نرمی سے کام لیں۔ اگر وہ چھوٹے اور ماتحت لوگوں سے نرمی برتیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ نرمی برتیں گے۔ اگر طاقتور لوگ اپنی رعایا کے ساتھ فرعون اور نمرود جیسا رویہ اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے سخت رویہ رکھے گا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق بننے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے بندوں پر رحم وشفقت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھے اخلاق اپنانے کا حکم دیا ہے، لیکن اس سے بعض لوگوں نے نظریہ وحدۃ الشھود کشید کرلیا ہے، جس کی دلیل شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی نے حدیث تخلّقوا بأخلاق الله "اللہ کے اخلاق اپناؤ" کو بنایا ہے حالانکہ یہ روایت موضوع ہے۔ بلکہ اس مقولہ میں شرک پایا جاتا ہے، کیونکہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ اللہ کا وصف اختیار کریں، حالانکہ اللہ کا وصف کوئی دوسرا اختیار کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ

---

۱ سنن الترمذي:١٩١٩، قال الألباني :صحيح

اللہ کے وصف کی حقیقت اور ہے اور انسان کے وصف کی حیثیت الگ۔ مثال کے طور پر ہر جاندار سمیع و بصیر ہے، لیکن اللہ کا سمیع و بصیر ہونا اور کسی مخلوق کا سمیع و بصیر ہونا بالکل الگ الگ حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے مذکورہ مقولہ یا کسی دوسری حدیث سے وحدت الشہود وغیرہ کا نظریہ کشید کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

٧٣٧٧ - حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَاصِمٍ الأَحْوَلِ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَسُولُ إِحْدَى بَنَاتِهِ، يَدْعُوهُ إِلَى ابْنِهَا فِي المَوْتِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «ارْجِعْ فَأَخْبِرْهَا أَنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَمُرْهَا فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ»، فَأَعَادَتِ الرَّسُولَ أَنَّهَا قَدْ أَقْسَمَتْ لَتَأْتِيَنَّهَا، فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ مَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَدُفِعَ الصَّبِيُّ إِلَيْهِ وَنَفْسُهُ تَقَعْقَعُ كَأَنَّهَا فِي شَنٍّ، فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ، فَقَالَ لَهُ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَا هَذَا؟ قَالَ: «هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ» [1].

"ہمیں ابو نعمان نے بیان کیا، کہ ہمیں حماد بن زید نے عاصم احول سے بیان کیا، کہ ابو عثمان نہدی نے بیان کیا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ کی ایک صاحبزادی (سیدہ زینبؓ) کا قاصد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ان کا بیٹا جان کنی میں مبتلا ہے اور وہ آنحضور ﷺ کو بلا رہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم جا کر ان سے کہو:

«إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى، فَلْتَصْبِرْ، وَلْتَحْتَسِبْ»

"سب کچھ اللہ کا ہے جو چاہے لے اور جو چاہے دے دے اور اس کی بارگاہ میں ہر چیز کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔ پس ان سے کہو کہ صبر کریں اور اللہ سے اجر کی امید رکھیں۔"

صاحبزادی نے دوبارہ آپ کو قسم دے کر کہلا بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ سعد بن معاذ اور معاذؓ بن جبلؓ بھی کھڑے ہوئے (پھر جب

[1] [راجع: ١٢٨٤]

آپ صاحبزادی کے گھر پہنچے تو) بچہ آپ کو دیا گیا اور اس کی سانس اکھڑ رہی تھی جیسے پرانی مشک کا حال ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس پر سعدؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے (کہ آپ بھی رو رہے ہیں)؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ تو رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے اور اللہ بھی اپنے انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔"

لطائف اسناد

اس سند کے تمام راوی حفاظ اور ائمہ محدثین ہیں۔ یعنی یہ عظیم ترین سندوں میں سے ایک ہے۔

شرح الحدیث

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، کہ آپ کی بیٹی نے پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا سخت بیمار ہے، آپ تشریف لائیں۔ گویا پیغام رساں نے اس انداز سے پیغام دیا تھا کہ بچہ فوت ہو گیا ہے، شائد آپ ﷺ کسی بہت اہم اجتماعی معاملے میں مشغول تھے اس لیے آپ نے اسی پیغام رساں کے ہاتھ بہترین الفاظ سے بیٹی کو صبر کی تلقین فرمائی۔ لیکن بچہ زندہ تھا اور موت وحیات کی کشمکش میں تھا اس لیے بیٹی چاہتی تھی کہ آپ کی ذات بابرکات کا تشریف لانا اس کے لیے تسلّی کا باعث ہو گا، لہٰذا اس نے دوبارہ پیغام بھیجا اور قسم کا زور دے کر تشریف لانے کی فرمائش کی۔ جب دوسرے پیغام سے حقیقی صورتحال واضح ہوئی تو نبی اکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور صحابہ بھی ساتھ ہو لیے۔ پہنچے تو بیٹی نے بچہ آپ کو پکڑا دیا، دیکھا تو اس کی سانس اکھڑ رہی تھی اور وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا، جس سے رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ حضرت سعدؓ نے اسے مردانگی اور صبر کے خلاف سمجھا، اس پر رسول اللہ ﷺ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: آنکھوں کا بہنا صبر وبرداشت کے خلاف نہیں، جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے، بلکہ یہ تو رحمدلی کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں رکھی ہے، اور ایسے رحیم وشفیق لوگ ہی اللہ کی رحمت کے مستحق ہوتے ہیں۔

رحمت، اللہ کی ذاتی صفت ہے یا مخلوق؟

مذکورہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ «هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ، وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ» سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں، مثلاً

پہلے جملے «هَذِهِ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ عِبَادِهِ» سے اللہ کی مخلوق رحمت کا احتمال ہے جبکہ دوسرے جملے «وَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللَّهُ » سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت اللہ کی ذاتی صفت بھی ہے۔

اور تیسرے جملے «مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ» سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت بندوں کی خوبی بھی ہونی چاہیے۔
علماء کرام نے واضح کیا ہے کہ رحمت کے دو پہلو ہیں: ایک رحمت اللہ کی صفت ذاتی ہے اور دوسری رحمت اللہ کی مخلوق ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر جو رحمت کرتا ہے، وہ اللہ کی صفت ذاتی ہے، وہ مخلوق نہیں ہے۔ اور جو رحمت بندوں میں پائی جاتی ہے وہ اللہ کی مخلوق ہے، لہٰذا یہ وہی رحمت ہے جس کے سبب وہ آپس میں پیار اور محبت کرتے ہیں، اور یہاں دوسری حدیث کی چند وضاحتیں مفید رہیں گی جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حد بندی کا مغالطہ دور ہو رہا ہے۔ روایات ملاحظہ فرمائیں:

اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصوں میں سے ایک رحمت دنیا میں رکھی ہے اور ننانوے رحمتیں اپنے پاس میدان محشر کے لیے رکھی ہیں۔ یعنی دنیا بھر میں رحمت کا ایک حصہ مخلوق میں تقسیم کیا ہے، اور ننانوے حصے اپنے لیے رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کسی وصف کی حد بیان نہیں کی جاسکتی۔ پہلے روایت ملاحظہ فرمائیں، پھر اس کا صحیح معنیٰ سمجھیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «جَعَلَ اللَّهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ جُزْءًا، وَأَنْزَلَ فِي الأَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا، فَمِنْ ذَلِكَ الجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الخَلْقُ، حَتَّى تَرْفَعَ الفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا، خَشْيَةَ أَنْ تُصِيبَهُ» [1].

"حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے بنائے اور ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے صرف ایک حصہ زمین پر اتارا۔ اسی وجہ سے تم دیکھتے ہو کہ مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے، یہاں تک کہ گھوڑی اپنے بچہ کو اپنے سم نہیں لگنے دیتی بلکہ سموں کو اٹھا لیتی ہے کہ کہیں اس سے اس بچہ کو تکلیف نہ پہنچے۔"

دوسری روایت میں اس طرح ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ، فَبِهَا يَتَعَاطَفُونَ، وَبِهَا

---

[1] صحيح البخاري: ٦٠٠٠ ، صحيح مسلم: ٢٧٥٢

يَتَرَاحَمُونَ، وَبِهَا تَعْطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا، وَأَخَّرَ اللهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً، يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1] .

”حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، ان میں سے ایک رحمت اس نے جن وانس، حیوانات اور حشرات الارض میں نازل فرمائی ہے، اسی ایک حصے کے سبب وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں، آپس میں رحمت کا برتاؤ کرتے ہیں، اسی سے وحشی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ننانوے رحمتیں مؤخر کر کے رکھ لی ہیں، ان سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔“

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ، فَأَمْسَكَ عِنْدَهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً، وَأَرْسَلَ فِي خَلْقِهِ كُلِّهِمْ رَحْمَةً وَاحِدَةً، فَلَوْ يَعْلَمُ الكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ يَيْئَسْ مِنَ الجَنَّةِ، وَلَوْ يَعْلَمُ المُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِي عِنْدَ اللَّهِ مِنَ العَذَابِ لَمْ يَأْمَنْ مِنَ النَّارِ»[2] .

”حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو بنایا تو اس کے سو حصے کئے، ان میں سے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور تمام مخلوق کے لیے رحمت کا صرف ایک حصہ بھیجا۔ پس اگر کافروں کو وہ تمام رحم معلوم ہو جائے جو اللہ کے پاس محفوظ ہے تو وہ جنت سے ناامید نہ ہوں اور اگر مومن کو وہ تمام عذاب معلوم ہو جائیں جو اللہ کے پاس ہیں تو وہ دوزخ سے کبھی بے خوف نہ ہو۔“

اس روایت میں الفاظ ہیں: (إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ يَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ) کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کو پیدا کیا، تخلیق فرمایا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ مذکورہ حدیث میں اللہ کی مخلوق رحمت کے متعلق بات ہو رہی ہے، یہ اللہ کا ذاتی وصف نہیں ہے۔ اس لیے کہ بندوں میں جو رحمت ہے وہ مخلوق رحمت ہے اور جو اللہ کا وصف

---

[1] صحيح مسلم :٢٧٥٢

[2] صحيح البخاري:٦٤٦٩

ہے وہ خالق کا وصف ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص استاد کی حیثیت سے گفتگو کرتا ہے، اور سامنے موجود شخص شاگرد کی حیثیت سے گفتگو کر رہا ہے۔ یہ بطور انسان تو وصف کلام میں شریک ہیں لیکن دونوں کی کلام کے مراتب الگ الگ ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ خالق ہے، اس کے تمام اوصاف خالق کے اوصاف ہیں اور اس کی شان کے مطابق ہیں اور مخلوق میں وہ اوصاف خلق کیے گئے ہیں۔

بندوں میں اللہ کی صفات

اللہ تعالیٰ کی چند ایک خاص صفات کے سوا باقی تمام صفات کسی نہ کسی صورت اور کسی نہ کسی حد تک مخلوقات میں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً 'رحم' اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور بندوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے صفت رحیم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [البقرة: ١٤٣]

"بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے حق میں بڑا شفیق نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[التوبة: ١٢٨]

"(لوگو!) تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اسے گراں گزرتی ہے۔ وہ (تمہاری فلاح کا) حریص ہے، مومنوں پر نہایت شفیق اور رحم کرنے والا ہے۔"

جو بھی صفت اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان بظاہر مشترک ہے، اس میں وسعت اور سطح کا فرق ہوتا ہے، نبی کا رحیم ہونا ایک مخصوص درجے اور محدود سطح پر ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کا رحم کرنا بے مثل اور بے حدو حساب ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ اللہ کی جناب میں لوگوں کی سفارش کریں گے، تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے ایک حد مقرر کر دیں گے، انہیں آپ کی شفاعت کے سبب جہنم سے نکال دیا جائے گا، آخر میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص سے مزید لوگوں کو جہنم سے باہر نکالیں گے۔[1]

اللہ کی صفت کا بندے میں موجود ہونے کا مطلب

اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات جو اس کے بندوں میں یا کسی بندے میں موجود ہوتی ہیں، اس کا مطلب صرف یہ

---

[1] صحيح البخاري: ٧٥١٠

ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے بھی دوسروں کے ساتھ اس صفت کے حساب سے تعامل کریں۔ مثلاً بندوں میں صفت رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندے دوسروں کے ساتھ رأفت و رحمت کا سلوک کریں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم اللہ کی صفات بندوں میں ثابت کر کے، پھر اللہ تعالیٰ کے اختیارات بھی ان میں تسلیم کریں۔ جیسے داتا، گنج بخش اور غریب نواز (معناً) خالق اور مخلوق کے مشترکہ اوصاف ہیں، لیکن جب بعض لوگ چند بزرگوں کو ان اوصاف سے متصف کرتے ہیں تو سلفیوں کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اصول ہے کہ اللہ اور بندے کے درمیان کسی صفت کے مشترک ہونے کے باوجود دونوں کی حقیقت کا فرق ہوگا۔ اس صفت کی آڑ میں اللہ کے اختیارات بندے کے سپرد نہیں کئے جاسکتے۔ لیکن جو لوگ ان مشترک صفات کی بنیاد پر ان بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کے تمام حقوق: دعا، نذو نیاز، سجدہ کرنا، حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارے جانے کا بھی مستحق سمجھتے ہیں، گویا انہوں نے ان بزرگوں کو عملاً اللہ کا شریک بنالیا ہے۔ یہ صریح شرک ہے۔

صفت رحمت کی وسعت

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات سے بڑھ کر صفت رحم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَتَبَ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾[الأنعام: ١٢]

"اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے۔"

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾[الأعراف: ١٥٦]

"میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔"

اس میں ہر چیز آجاتی ہے۔ یعنی ہر ایک شے کو اللہ کی رحمت محیط ہے۔

مزید حدیث میں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَمَّا قَضَى اللَّهُ الخَلْقَ كَتَبَ فِي كِتَابِهِ فَهُوَ عِنْدَهُ فَوْقَ العَرْشِ إِنَّ رَحْمَتِي غَلَبَتْ غَضَبِي»[1].

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق

---

[1] صحیح البخاری: ٣١٩٤، صحیح مسلم: ٢٧٥١

سے فارغ ہوا، اس نے اپنی کتاب میں لکھا جو اس کے پاس عرش پر ہے: بلاشبہ میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت اس کی تمام صفات سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی صفت رحمت کا اظہار دیکھ کر ابلیس کو بھی امید پیدا ہو جائے گی کہ اسے بھی بخش دیا جائے گا۔

لیکن دنیا میں اللہ کی رحمت سب لوگوں کے لیے ہے، خواہ کوئی مسلمان ہے یا کافر، اللہ کی عبادت کرنے والا ہے یا بغاوت، لیکن آخرت میں اللہ کی رحمت مومنوں کے لیے خاص ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ رَحْمَتِیْ وَ سِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴾[الأعراف: ۱۵۶]

" میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ لہٰذا جو لوگ پرہیز گاری کرتے، زکوۃ دیتے اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں ان کے لیے خاص رحمت لکھوں گا۔"

اہم فوائد:

۱. رحمت اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ذاتی ہے، اس کے علاوہ ایک رحمت اللہ کی مخلوق بھی ہے۔

۲. صفت رحمت دوسری تمام صفات پر غالب اور بھاری ہے۔

۳. 'رحمت' اللہ اور بندوں کے درمیان مشترکہ صفت ہے۔ مشترکہ صفات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ صفت اپنی مخلوق میں بھی رکھی ہے، تاکہ وہ اس کے مطابق دوسروں سے سلوک کریں۔ کسی صفت کے مشترک ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دونوں کی حقیقت وحیثیت برابر ہے یا دونوں میں وہ صفت یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ خالق اور مخلوق میں کبھی اور کسی بھی معاملے میں یکسانیت نہیں ہو سکتی۔

۴. جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں، وہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔

۵. جو لوگوں پر رحم نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ بھی ان پر رحمت نہیں کرتا۔

۶. حدیث [۷۳۷۷] میں تعزیت کرنے اور صبر کی تلقین کرنے کے لیے مسنون الفاظ ہیں۔

۷. آنکھوں سے آنسو بہنا صبر کے منافی یا شرعاً ممنوع نہیں ہے،، ممنوع یہ ہے کہ بندہ زبان سے اللہ کے شکوے شکایت کرے۔

۸. آنسو بہنا اس رحمت کے سبب سے ہے، جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے۔

علوم وفنون، افکار ونظریات اور تنظیموں وتحریکوں کے مرکز 'لاہور' میں عظیم الشان لائبریری

المكتبة الرحمانية

اساتذہ، محققین اور اعلیٰ تعلیم کے طلبہ کی علمی ضروریات کا اہم مرکز ومرجع

خصوصیات

- ہمہ نوعیت کے موضوع پر 45 ہزار علمی و دینی کتابیں
- بین الاقوامی DDC لائبریری سکیم کے تحت مرتب شدہ
- لائبریری میں موجود کتب کو گھر بیٹھے سرچ کرنے کی آن لائن سہولت
- پاکستان میں 900 دینی رسائل وجرائد کے شماروں کا سب سے بڑا مرکز
- فاضل شخصیات اور ماہر لائبریرین کے ذریعے موضوع تک رہنمائی
- قدیم وجدید تحقیقات کے حامل جدید ایڈیشن
- عرب ممالک سے شائع ہونے والی نئی کتب کا مرکز
- فوٹو کاپی کروانے کی سہولت اور مسجد کا انتظام
- پرسکون محل وقوع اور تعلیمی اداروں کے سنگم میں

سہولیات

- جملہ اُردو عربی تفاسیر اور علوم قرآن کی تمام کتب
- حدیث نبوی، شروح حدیث اور علوم قرآن کے بیشتر مراجع
- فقہی مذاہب خمسہ کی اُمہات الکتب اور جدید فقہی موضوعات کا مستند ذخیرہ
- اسلامی سیاسیات واقتصادیات اور عمرانیات وغیرہ سے متعلقہ بیش بہا خزانہ
- اسلامی قانون سے متعلقہ جملہ اہم پہلوؤں پر اسلاف کا نادر علمی ورثہ
- Ph.D وغیرہ محققین کے لیے علمی رہنمائی اور مشاورت

اوقات: صبح 09:00 بجے تا شام 05:00 بجے (چھٹی بروز جمعہ) — ایئر کنڈیشنڈ ہال

بمقام: ادارہ 'محدث' 99/ جے ماڈل ٹاؤن، لاہور 042-35866396 لائبریرین: محمد اصغر 0305-4600861

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol. 54 No.1

Monthly MUHADDIS Lahore

35866476
35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں
لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں
لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے
لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے
لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے
لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے
لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

- قیمت فی شمارہ ۱۰۰ روپے
- زرِ سالانہ ۱۲۰۰ روپے

DESIGNING : AW LHR 0307-4122161

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL 99-J, Model Town, Lahore 54700